فاجعہ علمیہ

یعنی

مولانا لطف اللہ صاحب کی وفات

در روزگارِ عشقِ تو ماہم فدا شدیم　　افسوس کز قبیلۂ مجنون کسے نماند

قدیم عربی مدارس کے در و دیوار اگرچہ ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے روز بروز بلند ہوتے جاتے ہین لیکن جھک کے دیکھتے ہین تو سنگ بنیاد متزلزل نظر آتا ہے، ہماری قدیم تعلیم و تربیت کی جو یادگارین ان مدارس کا اساس تھین ایک ایک کر کے مٹ گئین، ایک مولوی لطف اللہ صاحب مرحوم رہ گئے تھے، لیکن ۸ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو صرصرِ فنا نے ہماری علمی انجمن کے اِس چراغ کو بھی گل کر دیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مولوی لطف اللہ صاحب مرحوم مین قدیم تعلیم و تربیت کی تمام خصوصیات باکمل وجوہ موجود تھین، علم، اخلاق، اور مذہب قدیم تعلیم و تربیت کا مایہ خمیر تھا، اور انہی محاسن کی بنا پر ہمارے علماء قوم مین عزت، رسوخ اور اثر پیدا کرتے تھے، مولوی لطف اللہ صاحب مرحوم کی ذات مین نہ صرف یہ محاسن جمع ہو گئے تھے، بلکہ وہ اِن اوصاف مین عموماً اپنے اقران و اماثل مین ممتاز خیال کیے جاتے تھے،

اشاعت علم خالصۃً لوجہ اللہ ہمیشہ ہمارے علماء کا تمغۂ امتیاز رہا ہے، اور مولوی لطف اللہ صاحب مرحوم نے اپنی عمر کا ایک کافی حصہ اس نیک کام مین صرف کیا، ہندوستان مین آج جسقدر علمی سلسلے قائم ہین اور جو علما آج مسند نشین درس و تدریس ہین، ان مین اکثر ایسے ہین جنھون نے مولوی لطف اللہ صاحب مرحوم کے خرمن فیض کی خوشہ چینی کی ہے،

علم و دولت مین ہمیشہ سے رہا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے دولتِ دنیا سے بھی مولوی صاحب مرحوم کو کافی حصہ عطا فرمایا تھا، وہ ریاست حیدرآباد مین بمشاہرہ ایک ہزار مدتون افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے، لیکن اخیر مین جب آنکھون سے معذور ہو گئے، تو مستعفی ہو کر اپنے وطن علیگڑھ مین گوشہ نشین ہو گئے، اور وہان سے مر کر اٹھے،

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

عدد پنجم	ماہ محرم ۱۳۳۵ھ مطابق نومبر ۱۹۱۶ء	مجلد اول

فہرس مضامین

مولوی فضل الحسن حسرت موہانی کی تصنیفات

فروخت کی آمدنی سے مولوی حسرت کا قرض ادا ہوگا

تینون کتابون کے یکجائی خریدار کو محصول ڈاک وفیس وی پی معاف

پانچ پانچ روپے کے سَو خریدار فوراً مطلوب ہین

یعنی تینون کتابون کا وی پی مع جملہ اخراجات صرف صہ مین بھیجا جائیگا

(۱) انتخاب اردوے معلی یعنی مرحوم رسالہ اردوے معلی علی گڈہ کی دس جلدون کے بہترین مضامین نظم و نثر کا قابل دید انتخاب۔ مجلد، قیمت عمہ

(۲) مکتوبات امیر مینائی یعنی منشی امیر احمد مرحوم لکھنوی کے دلچسپ خطوط کا مجموعہ مع تصویر و سوانح عمری امیر و موازنۂ داغ و امیر حجم ۳۵۲ صفحے قیمت عہ

(۳) تذکرۃ الشعرا حصہ اول مکمل حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے مرتبہ حسرت موہانی جس مین تذکرۂ شعرا و دیگر مضامین نظم و نثر کے علاوہ دیوان اسیر، شہیدی، تنہا، عاشق، مخمور، آتش، غافل، مائل، ہوس، مومن، نسیم، تسلیم، رنگی، حالی، بینظیر، مست، مضطر خیرآبادی و حسرت موہانی کے دواوین کا انتخاب بھی بطور ضمیمہ شامل ہے، ان مین سے اکثر دیوان ایسے ہین جو کسی اور جگہ دستیاب نہین ہو سکتے، قیمت عار

نوٹ۔ طبع ثانی تک حسرت موہانی کا دیوان صرف بطور ضمیمہ تذکرۃ الشعرا مل سکتا ہے، علحدہ نہین مل سکتا،

المشتہر۔ بیگم حسرت موہانی دفتر اردوے معلی علی گڈہ، سٹی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

ہز ہائنیس مہاراجہ گیکواڑ بڑودہ کا تدبّر، نظم و سیاست، روشن دماغی، محتاجِ اعادۂ بیان نہین، لیکن اس سے بڑھ کر، انکی علم دوستی، علمی قدر دانی، اور علم کی اشاعت کا ذوق و شوق ہی، بڑودہ کالج گو بمبئی یونیورسٹی سے ملحق ہی، تاہم پروفیسرون کی لیاقت، طلبہ کے ہجوم، اور اُنکے ذوق و شوق کا نظارہ تعجب انگیز ہی، ایکدفعہ غالباً سنہ ۱۹۱۰ء مین خود مین نے اپنی آنکھون سے وہ کیفیت دیکھی کہ مرہٹہ (یا برہمن) خاتونین کالج کا امتحان فارسی زبان مین دے رہی ہین،

بڑودہ کی حدود حکومت کا کوئی گوشہ مکتب اور مدرسہ سے خالی نہین، بڑودہ اسلامی حکومت کے عہد مین مسلمانون کا ایک ممتاز مرکز تھا، اسوقت بھی بیس فیصدی یہان مسلمان آبادی ہی، اور اُنکے مخصوص مکاتیب و مدارس الگ ہین۔

حال مین ہز ہائنیس گیکوار نے بڑودہ کالج مین "مدرسۂ موازنۂ مذہب" (Semanar for the comparative study of religion) کی ایک شاخ کا

اضافہ فرمایا ہی، موازنہ کا مقصد یہ ہی کہ تمام مذاہب عالم کا باقاعدہ اصولی اور عقلی نظر سے مطالعہ کیاجائے اور اُنکے فرق و امتیازات، اور اصول و فضائل کی نکتہ سنجی کے ساتھ تحقیق کیجائے، بمبئی یونیورسٹی نے بھی کالج کی اس جدید شاخ کا الحاق منظور کرلیا ہے، موازنہ مین یورپ کے اُن تصنیفات و رسائل کا بڑا ذخیرہ موجود ہے جو مذہب کے متعلق تدوین پائے ہین، موازنہ کے صدر مدرس (ڈائرکٹر آف اسٹڈیز) پروفیسر وجری ایک روشن خیال فلاسفر ہین، جرمنی مین تعلیم پائی ہی، فرنچ و انگریک سے بھی واقف ہین،

موازنہ مین بالفعل تین رفاقت (فیلوشپ) کی جگہین منظور کی گئی ہین، ہر فیلو کو اکیس بیس روپیہ وظیفہ ملیگا، رفقا (فیلوز) کا ہر سال ایک سال کے لئے انتخاب ہوگا، اطمینان کے بعد دو تین سال یا اس سے زیادہ مدت تک کی توسیع کیجائیگی، ان تین رفقا مین سے ایک سنسکرت کا عالم ایک عربی کا فاضل، اور ایک پالی زبان یا فلسفہ کا ماہر ہوگا،

رفقا کا فرض یہ ہوگا کہ چار گھنٹہ روزانہ یا ہفتہ مین پانچ دن، صدر مدرس یا رفقائے قدیم (سینیر فیلوز) یا خود اپنی محنت و مشورہ سے مذاہب کی تحقیق و کاوش مین مصروف ہون، موازنہ کی طرف سے اسکے عنوان خاص پر تصنیفات و رسائل بھی شائع ہوتے رہینگے،

موازنہ کی ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ ملک کی دوسری علمی مجلسون کو بھی وہ اپنی تحقیق اور ارشادات علمیہ مین شریک کرسکیگا، چنانچہ اسی بنا پر "انسٹیٹیوٹ آف فلاسفی المنر" کو بھی اس نے اپنا شریک عمل بنایا ہی، علوم و مسائل اسلامی کی تحقیقات و دفع شبہات مین مشاورت کے لئے ازراہ مہربانی شبلی اکاڈمی (دار المصنفین) کو اس نے مرجع قرار دیا ہی،

مقالات

کشفِ حقیقت

(۲)

مسئلہ زوجہ غیر منفق علیہا

یعنی

جس بیوی سے شوہر کو تغافل ہو یا اسکو نفقہ شوہر سے نہ ملے، اُسکا اسلام مین کیا حکم ہے؟

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ ۔۔۔ چون ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

ابن الامیر اور قاضی شوکانی کے مسامحات

مولانا ابو الکلام نے اپنے فتوی کی بنیاد، ابن الامیر یمنی المتوفی ۱۱۵۲ھ کی سبل السلام، شرح بلوغ المرام ابن حجر، اور قاضی شوکانی المتوفی ــــھ کی نیل الاوطار، شرح منتقی الاخبار ابن تیمیہ پر قائم کی ہی، خود متن کتاب مین حافظ ابن حجر اور علامہ ابن تیمیہ کے فتاوے یا تحقیقات نہین ہین بلکہ ضروری احادیث کو فقہ کے ابواب پر مرتب کردیا گیا ہی، اور مسئلہ زیر بحث کے متعلق کوئی حرفِ مصرح مذکور نہین، شارحین نے جو بارہوین ہجری کے اصحاب الحدیث ہین، مسئلہ نفقہ و افلاس پر مفصل مباحث تحریر کئے ہین،

قاضی شوکانی اور ابن الامیر سے اس باب مین متعدد مسامحات صدور مین آئے ہین، اول یہ ہی کہ فریق اول کے طرفدارون مین جو خود ان شارحین کا مسلک ہی، متعدد صحابہ، تابعین اور ائمہ طاہرین کے نام شمار کرائے ہین، امیر کی عبارت یہ ہے،

الاول ثبوت الفسخ وھو مذھب علی وعمر وابی ھریرۃ وجماعۃ من التابعین ومن الفقھاء مالک والشافعی	پہلا ثبوت فسخ ہی اور یہ علی، عمر، ابوہریرہ اور ایک جماعت تابعین کا مذہب ہی اور فقہا مین سے

واحمد

مالک اور شافعی و احمد کا

قاضی شوکانی نے اس سے زیادہ بے احتیاطی کی ہی، لکھتے ہین:

والیه ذهب جمهور العلماء کما حکاه فی فتح الباری وحکاه صاحب البحر عن الامام علی وعمر وابی هریرة والحسن البصری وسعید بن المسیب وحماد وربیعة ومالك واحمد بن حنبل والشافعی۔

جمہور علما جیسا کہ فتح الباری مین بیان کیا ہے اسطرف گئے ہین، اور صاحب البحر نے امام علی، عمر، ابو ہریرہ، حسن بصری، سعید بن مسیب، حماد، مالک احمد اور شافعی کی طرف بھی اسکو منسوب کیا ہے،

حالانکہ ازروئے تحقیق اس فہرست مین صحابہ کا نام مطلقاً آنا نہ چاہئے تھا، بہت سے تابعین جنکو فریق اول مین داخل کیا ہی، درحقیقت دوسرے فریق مین ہین یا تیسرے مین ہین، یہ نہین معلوم ہوتا کہ ابن الامیر نے یہ فہرست کس سربمہر خزانہ کو تاراج کرکے حاصل کی ہے؟ غنیمت ہی کہ قاضی شوکانی نے اس فہرست کے لئے ابن حجر اور صاحب البحر کا حوالہ دیدیا، صاحب البحر کی شخصیت سے اقلاً ہم واقف نہین وفوق کل ذی علم علیم، دوسرا ماخذ ابن حجر کا ہی، ابن حجر کی وسعت نظر محتاج بیان نہین لیکن اسی کے ساتھ تعصبانہ تنگ نظری بھی مخفی نہین، ابن حجر نے "فسخ" کی نسبت بلکہ تفریق کے باب مین لکھاہی کہ جمہور علما کا یہی قول ہی، بشرطیکہ عورت کو مطالبہ بھی ہو، (جلد ۹ صفحہ ۴۴۰) کون نہین جانتا کہ ابن حجر شافعی المذہب ہین، اسلئے "جمہور علما" کی تفصیل اُنسے پوچھنی چاہئے تھی، علامہ بدرالدین عینی نے اس جمہوریت کی حقیقت واضح کردی ہی، (جلد ۹ صفحہ ۶۳۹) اور ہم نے اوپر دونون جماعتون کے نام گنادیئے ہین، جس سے معلوم ہوگا کہ جمہوریت کی ترازو کدہر کو جھکتی ہی؟

دونون شارحون نے اسی فریق مین حضرت عمر، حضرت علی، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے نام بھی بتائے ہین، لیکن آسمان کے نیچے اسلام کے دفتر بے پایان مین حدیث وخبر کا کوئی صحیفہ ویسا نہین ہی جس سے اس انتساب کی تصیح ہوسکتی ہو، یقیناً حضرت عمر کا ایک فرمان احادیث مین

مذکور ہی لیکن آگے چل کر معلوم ہوجائیگا کہ اسکو اس مسئلہ نفقۃ العسار سے کوئی تعلق نہین حضرت علی کی روایت کا ہمکو افسوس ہی کہ احادیث مین سُراغ نہ مل سکا،

تفریق و فسخ کے طرفدارون مین امام شافعی کا نام بھی ان دونون صاحبون نے لیا ہے، حالانکہ اس باب مین اُنکے اقوال دونون فریق کے ساتھ ملتے ہین، اور خود ابن امیر نے بھی آگے چل کر لکھاہی، اس سے زیادہ یہ کہ خود اُنکے الفاظ انکی سب سے موثق تر تصنیف کتاب الام سے ہم پیش کرینگے، جس سے ظاہر ہوگا کہ امام صاحب کا مقصود ان شارحین نے کتنا غلط سمجھا ہے،

حضرت حسن بصری کا نام بھی فریق اول مین داخل کرکے شوکانی نے ایک شدید علمی گناہ کیا ہے، ابن الترکمانی اور ابن قیم نے حماد بن سلمہ کی روایت سے ثابت کیا ہی کہ حسن بصری دوسرے فریق مین ہین،

ابن الامیر نے ایک اور کمال کیا ہی یعنی فرقۂ ظاہریہ (یعنی عاملین حدیث و منکرین قیاس) کا بھی یہی مسلک ظاہر کیا ہی کہ وہ اس حال مین فسخ وتفریق کے قائل ہین، حالانکہ یہ بات اس درجہ غلط ہی کہ اس محدث مین سے اس صدور کائنات کا ایک طرفہ ماجرا ہی، حافظ ابن القیم نے زاد المعاد مین لکھا ہی،

والقول بعدم التفریق مذهب اهل الظاهر کلهم عدم تفریق تمام اہل ظاہر کا مذہب ہے،

فرقۂ ظاہریہ کے سب سے بڑے زعیم اور رئیس کل، علامہ ابن حزم ظاہری ہین وہ فریق اول کی نسبت لکھتے ہین،

لم نجد لاهل هذه المقالة حجة اصلاً الا تعلقهم بقول ابن المسیب (ابن الترکمانی علی البیهقی جلد ۷ صفحہ ۱۳۰) ہم نے اس مذہب والون کے پاس کوئی دلیل سرے سے نہین پائی بجز ایک ابن المسیب کے قول کے،

اس سے قوی تر شہادت خود ابن الامیر کے گھر کی ہم پیش کرتے ہین، ہندوستان مین جس نے ابن الامیر کے نام کو فروغ دیا وہ نواب صدیق حسن خان مرحوم ہین، وہ بلوغ المرام کی شرح فتح العلام مین ابن الامیر کی پوری عبارت متن مین نقل کرکے حاشیہ پر لکھتے ہین:

واحمد	مالک اور شافعی و احمد کا

قاضی شوکانی نے اس سے زیادہ بے احتیاطی کی ہی، لکھتے ہین:

والیہ ذهب جمهور العلماء کما حکاه فی فتح الباری	جمہور علما جیسا کہ فتح الباری مین بیان کیا ہے
وحکاه صاحب البحر عن الامام علی وعمر وابی هریرة	اسطرف گئے ہین، اور صاحب ایر نے امام علی، عمر، ابوہریرہ
والحسن البصری وسعید بن المسیب وحماد وربیعة ومالك	حسن بصری، سعید بن مسیب، حماد، مالک احمد اور شافعی
واحمد بن حنبل والشافعی۔	کی طرف بھی اسکو منسوب کیا ہے،

حالانکہ از روئے تحقیق اس فہرست مین صحابہ کا نام مطلقاً آنا نہ چاہئے تھا، بہت سے تابعین جنکو فریق اول مین داخل کیا ہی، درحقیقت دوسرے فریق مین ہین یا تیسرے مین ہین، یہ نہین معلوم ہوتا کہ ابن الامیر نے یہ فہرست کس سر بمہر خزانہ کو تاراج کرکے حاصل کی ہے؟ غنیمت ہی کہ قاضی شوکانی نے اس فہرست کے لئے ابن حجر اور صاحب البحر کا حوالہ دیدیا، صاحب البحر کی شخصیت سے اگلا ہین واقف نہین وفوق کل ذی علم علیم، دوسرا ماخذ ابن حجر کا ہی، ابن حجر کی وسعت نظر محتاج بیان نہین لیکن اسی کے ساتھ تعصبانہ تنگ نظری بھی مخفی نہین، ابن حجر نے "فسخ" کی نسبت بلکہ تفریق کے باب مین لکھا ہی کہ جمہور علما کا یہی قول ہی بشرطیکہ عورت کو مطالبہ بھی ہو، (جلد ۹ صفحہ ۴۴۰) کون نہین جانتا کہ ابن حجر شافعی المذہب ہین، اسلئے "جمہور علما" کی تفصیل اُنسے پوچھنی چاہئے تھی علامہ بدرالدین عینی نے اس جمہوریت کی حقیقت واضح کردی ہی (جلد ۹ صفحہ ۶۳۹) اور ہم نے اوپر دونون جماعتون کے نام گنا دیئے ہین، جس سے معلوم ہوگا کہ جمہوریت کی ترازو کدہر کو جھکتی ہی؟

دونون شارحون نے اسی فریق مین حضرت عمر، حضرت علی، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے نام بھی بتائے ہین، لیکن آسمان کے نیچے اسلام کے دفتر بے پایان مین حدیث وخبر کا کوئی صحیفہ ایسا نہین ہی، جس سے اس انتساب کی تصحیح ہوسکتی ہو، یقیناً حضرت عمر کا ایک فرمان احادیث مین

مذکور ہی لیکن آگے چل کر معلوم ہوجائیگا کہ اسکو اس مسئلہ نفقۃ العسار سے کوئی تعلق نہین، حضرت علی کی روایت کا ہمکو افسوس ہی کہ احادیث مین سراغ نہ مل سکا،

تفریق وفسخ کے طرفدارون مین امام شافعی کا نام بھی ان دونون صاحبون نے لیا ہے، حالانکہ اس باب مین اُنکے اقوال دونون فریق کے ساتھ ملتے ہین، اور خود ابن امیر نے بھی آگے چل کر لکھا ہی، اس سے زیادہ یہ کہ خود اُنکے الفاظ اُنکی سب سے موثق تر تصنیف کتاب الام سے ہم پیش کرینگے، جس سے ظاہر ہوگا کہ امام صاحب کا مقصود ان شارحین نے کتنا غلط سمجھا ہے،

حضرت حسن بصری کا نام بھی فریق اول مین داخل کرکے شوکانی نے ایک شدید علمی گناہ کیا ہے، ابن الترکمانی اور ابن قیم نے حماد بن سلمہ کی روایت سے ثابت کیا ہی کہ حسن بصری دوسرے فریق مین ہین،

ابن الامیر نے ایک اور کمال کیا ہی یعنی فرقۂ ظاہریہ (یعنی عاملین حدیث ومنکرین قیاس) کا بھی یہی مسلک ظاہر کیا ہی کہ وہ اس حال مین فسخ وتفریق کے قائل ہین، حالانکہ یہ بات اس درجہ غلط ہی کہ اس محدث یمن سے اس صدور کائنات کا ایک طرفہ ماجرا ہی، حافظ ابن القیم نے زاد المعاد مین لکھا ہی،

والقول بعدم التفریق مذهب اهل الظاهر کلهم	عدم تفریق تمام اہل ظاہر کا مذہب ہے،

فرقہ ظاہریہ کے سب سے بڑے زعیم اور رئیس کل، علامہ ابن حزم ظاہری ہین، وہ فریق اول کی نسبت لکھتے ہین،

لم نجد لاهل هذه المقالة حجة اصلاً الا تعلقهم بقول ابن المسیب (ابن الترکمانی علی البیهقی جلد صفحہ [illegible])	ہم نے اس مذہب والون کے پاس کوئی دلیل سرے سے نہین پائی بجز ایک ابن المسیب کے قول کے،

اس سے قوی تر شہادت خود ابن الامیر کے گھر کی ہم پیش کرتے ہین، ہندوستان مین جس نے ابن الامیر کے نام کو فروغ دیا وہ نواب صدیق حسن خان مرحوم ہین، وہ بلوغ المرام کی شرح فتح العلام مین ابن الامیر کی پوری عبارت متن مین نقل کرکے حاشیہ پر لکھتے ہین:

هذا فی کتب المقالات نسبة هذا الی الظاهریة وائیت بعد اعوام کلام ابن حزم فی کتابه المحلی وشرح قرائیه اختار عدم الفسخ وهو ظاهری

کتب مقالات مین اسی طرح اس مذہب کی نسبت ظاہریہ کی طرف ہی، چند سال کے بعد ابن حزم کا قول اُسکی کتاب محلّی اور اسکی شرح مین دیکھا تو دیکھا کہ اُسنے عدم فسخ کو اختیار کیا ہی حالانکہ وہ ظاہری ہے

مجوّزین تفریق کی سرِ عسکری کے لئے حضرت سعید بن مسیب کا نام پیش کیا جاتا ہی لیکن ابن حزم اور ابن قیم جیسے محققین نے تصریح کی ہی کہ وہ بھی فریق اول مین نہین بلکہ فریقِ سوم مین ہین،

ائمۂ مجتہدین کی تصریحات

اب اشخاص کی صحت نسبت کی جزئی بحث کو چھوڑ کر یہ دیکھنا چاہئے کہ جن بعض ائمۂ مجتہدین کی طرف اس مسلک کو منسوب کیا جاتا ہے، کیا حقیقت مین اُنکی غرض یہی ہی الحمد للّٰہ کہ ان ائمۂ مجتہدین مین سے بعض کی تصنیفات چھپکر شائع ہو چکی ہین، اور مراجعت الی الاصل اس زمانہ مین نہایت آسان ہی، امام سحنون تنوخی نے مدوّنہ کبری مین جو امام مالک کے فتاوی کا مجموعہ ہے اور جو گویا خود امام صاحب کی تصنیف ہے، اس مسئلہ کے متعلق امام صاحب، حضرت سعید بن المسیب وغیرہ دیگر علمائے مدینہ کی روایت بیان کر کے لکھتے ہین،

سمعت مالکا یقول کل من ادرکت یقولون اذا لم ینفق الرجل علی امراته فرق بینهما (جلد۴ صفحہ ۱۹)

مین نے مالک سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مین نے جتنے علما کو پایا وہ کہتے تھے کہ جب شوہر بیوی پر خرچ نہ کرے تو اُن کے درمیان تفریق کر دی جائیگی،

اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ نہ صرف امام مالک کی رائے ہی، بلکہ تمام علمائے مدینہ کا اسی پر فتوی ہے، لیکن ذرا سمجھ کر الفاظ پر نظر ڈالئے، اس مین افلاس و تنگدستی کی شرط نہین، بلکہ یہ الفاظ ہین کہ "جو اپنی بیوی کو نفقہ نہین دیتا" یہ الفاظ زیادہ تر اس امر کو ظاہر کرتے ہین کہ وہ باوجود استطاعت و مقدرت نہین دیتا اور طلاق کے لئے بھی آمادہ نہین کہ تفریق سے تعلیق کہین زیادہ

شروع ہے، بعینہ یہی الفاظ امام مالک کی روایت سے حضرت سعید بن مسیب کی طرف منسوب ہین۔

مالک وغیره عن سعید بن المسیب انه کان یقول اذا لم ینفق الرجل علی امرته فرق بینهما۔ (حوالہ مذکور)

امام مالک وغیرہ سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ جب شوہر بیوی پر خرچ نہ کرے تو اُن کے درمیان تفریق کر دی جائیگی،

لیکن اس وسعتِ مفہوم کے ساتھ تفریق کا حکم ہی "فسخ" کا نہین، کہ فسخ الطال معاملہ کا نام ہے اس سے زیادہ نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی کی بات امام مالک کے دوسرے شاگرد امام شافعی فرماتے ہین، کتاب الام مین جو اُنکی احسن الکتب ہی کہتے ہین،

ول کتاب اللّٰه عزوجل ثم سنة رسوله صلعم علی ان علی الرجل ان یعول امرئته۔ فلما کان من حقها علیه ان یعولها ومن حقه ان یستمتع منها وغیره تستغنی به وعنهما ان تضطرب فی البلد۔ وهو لا یجد ما یعولها به فاحتمل اذا لم یجد ما ینفق علیها ان تخیر المرءة بین المقام معه وفراقه۔ فان اختارت فراقه فهو فرقة بلا طلاق (جلد۵ صفحہ ۸۱)

کتاب الٰہی اور سُنّت نبوی نے بتایا ہی کہ شوہر پر عورت کی کفالت فرض ہی پس جب بیوی کا حق شوہر پر یہ ہی کہ اسکی کفالت وہ کرے اور مرد کا حق یہ ہی کہ اس سے فائدہ اٹھائے اور اسکو دوسرون کی دستنگری اور شہر مین مارے مارے پھرنے سے بچائے، اور شوہر کے پاس اُسکی کفالت کے لئے کچھ نہین ہی تو ممکن ہی کہ جب وہ اسکو نفقہ نہ دیسکے تو عورت کو اختیار ہو کہ اُسکے پاس رہے یا اُسکو چھوڑ دے، اگر علٰحدگی اختیار کرلی تو یہ بغیر طلاق کے علٰحدگی ہوگی،

لیکن اس سے مسرور نہ ہونا چاہئے کہ امام مالک و امام شافعی نے عورت کو خود علٰحدہ ہو جانے کا اختیار عطا فرما دیا تھا جو گویا فسخ کے ہم معنی ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ اس حالت مین فتویٰ ہے جب عورت کو شوہر کے افلاس سے لاعلمی ہو، ورنہ اگر اس نے جان کر بیاہ کیا یا شوہر نکاح کے وقت دولتمند تھا، اور پھر اتفاقاً وہ مبتلائے افلاس ہو گیا، اُسکے متعلق علامہ ابن قیم نے قاضی

عیاض مالکی کے حوالہ سے امام مالک کا مذہب لکھا ہی بلکہ امام احمد بن حنبل کا بھی،

وان رضیت بالمقام معہ مع عسرتہ ثم بدا لہا الفسخ او تزوجتہ عالمۃ بعسرتہ ثم اختارت الفسخ افلہا ذلک قال القاضی ظاہر کلام احمد انہ لیس لہا الفسخ فی الموضعین ویبطل خیارہا وہو قول مالک لانہا رضیت بعیبہ ودخلت فی العقد عالمۃ بہ فلم تملک الفسخ

اگر شوہر کی معیت اس حالت مین اختیار کرلی، پھر فسخ کی نیت ہوئی، یا جب بیوی نے اس سے بیاہ کیا تو اسکو اسکی غربت وافلاس کا حال معلوم تھا تو اُسکو اختیار ہی؟ قاضی عیاض کہتے ہین امام احمد کی ظاہر عبارت یہ ہے کہ اسکو دونون صورتون مین فسخ کا حق نہین، اور اس کا اختیار باطل ہوجائیگا، اور یہی امام مالک کا قول ہی کیونکہ وہ اس عیب پر خود راضی ہوچکی اور اس معاملہ مین جان کر وہ داخل ہوئی، اسلئے فسخ کا اختیار نہین،

حافظ ابن قیم اسکے متعلق اپنی رائے لکھتے ہین وہو مقتضی المذہب والحجۃ امام شافعی کی خود ذاتی تصریح موجود ہی، کتاب الام مین کہتے ہین،

وان نکحتہ وہو تعرف عسرتہ فحکمہا وحکمہ فی عسرتہ کحکم المرأۃ تنکح الرجل موسرا فیعسر لانہ قد یوسر بعد العسر ویعسر بعد الیسر وقد تعلمہ معسرا وہی تری لہ حرفۃ تغنیہا اولا تغنیہ وتغنیہا او من یتطوع فیعطیہ ما یغنیہا۔

(ج ۵ صفحہ ۸۲)

اگر بیوی نے اسکی عسرت کو جان کر اس سے بیاہ کیا تو اُس کا حکم اس عسرت کے مسئلہ مین مثل اس عورت کے ہی جس نے ایک دولتمند سے شادی کی، پھر وہ مفلس ہوگیا، کیونکہ انسان مفلسی کے بعد دولتمند اور دولت کے بعد مفلس ہوہی جاتا ہی ممکن ہی کہ وہ اسکو مفلس جانتی ہو لیکن وہ سمجھتی ہی کہ اُسکے شوہر کو کوئی ایسا پیشہ معلوم ہے کہ وہ عورت کو غنی کردے یا شوہر کو غنی نہ کرے لیکن بیوی کو کردے یا کوئی اُسکے شوہر کو کچھ دیدے جس سے شوہر اسکو دیکر غنی کردے،

اس سے معلوم ہوا کہ پہلا حکم محض لاعلمی کی حالت سے متعلق ہے،

اب ائمہ علم وسنت کی تصریحات بھی سامنے آجانا چاہئے،

حضرت ابن جریج نے امام المحدثین عطار سے پوچھا تھا کہ اگر شوہر کے پاس بیوی کے لئے کوئی سامان نہ ہو تو کیا حکم ہی؟ فرمایا،

لیس لہا الا ما وجدت لیس لہا ان یطلقہا

عورت کو اُسکے سوا کوئی حق نہین ہی جو اسکو مل سکے، اُسکے لئے یہ نہین ہی کہ شوہر اُسکو طلاق دیدے،

امام حسن بصری سے متعدد لوگون نے دریافت کیا کہ شوہر بیوی کے نفقہ سے قاصر ہو تو کیا فتوی ہی؟ ارشاد کیا،

تواسیہ وتتقی اللہ وتصبر وینفق علیہا ما استطاع

شوہر سے ہمدردی کرے اور خدا سے ڈرے اور صبر کرے اور شوہر کو جو کچھ مل سکے اُس پر صرف کرے،

راس المحدثین امام زہری سے پوچھا گیا کہ اگر شوہر بیوی کے نفقہ دینے کو کچھ نپائے تو کیا کرے؟ جواب دیا،

تستأنّی بہ ولا یفرق بینہما

عورت کو صبر کرنا چاہئے اور اُنکے درمیان تفریق نہ کی جاے،

پھر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی،

لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتاہا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا

خدا کسی کو اس سے زیادہ کی تکلیف نہین دیتا جسقدر اس نے دیا، خدا افلاس کے بعد دولت دیگا،

امام ثوری سے فتوی پوچھا گیا کہ اس عورت کی نسبت کیا حکم ہی کہ جسکا شوہر افلاس کے سبب نفقہ نہین دیسکتا، فرمایا،

ہی امرأۃ ابتلیت فلتصبر ولا تاخذ بقول من فرق بینہما،

یہ عورت آزمائش مین پڑی چاہئے کہ صبر کرے اور جو لوگ تفریق کے قائل ہین اُنکے فتوی پر عمل نہ کرے،

خلیفۂ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مختلف فتوے ہین جن مین سے ایک یہ ہی کہ افلاس کی

حالت مین تفریق نہین، امام ابوحنیفہ، امام محمد قاضی ابو یوسف کی رائین تو عدم تفریق کی حمایت مین معلوم ہین، اُنکے اعادہ کی کیا حاجت،

لطیفہ، محمد بن داؤد (تلمیذ امام احمد بن حنبل) سے ایک عورت نے یہ مسئلہ پوچھا؛ اُنھون نے جواب دیا کہ بعض علما کی راے ہی کہ شوہر کو کمانے پر مجبور کیا جائیگا، اور بعضون کی راے ہی کہ عورت کو صبر و تحمل کی ہدایت کیجائیگی، عورت نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا، جواب دیا، اے عورت مین قاضی نہین کہ فیصلہ کردون، حاکم نہین کہ حکم دیدون، شوہر نہین کہ راضی ہو جاؤن،

امام مالک نے لکھا ہی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے ایک عورت نے اپنے شوہر پر عدم نفقہ کا دعوی کیا، حضرت عمر نے شوہر کو حکم دیا کہ نفقہ ادا کرو ورنہ مین تفریق کردونگا، اور اسکو ایک دو مہینہ کی مہلت دی، پھر حضرت سعید بن المسیب سے فتوی پوچھ بھیجا؛ اُنھون نے بھی یہی فتوی دیا، لیکن حضرت عمر کو شوہر کے حالت زار پر رحم آگیا اور بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کردیا،

فتوی تفریق کی کوئی حجت شرعی نہین

اس تفصیل کے بعد اب ہم اور آگے بڑھنے کی جرأت کرتے ہین کہ اگر کسی نے اس حال مین تفریق کا فتوی دیا بھی ہی تو اُسکی بنیاد کن اصول شرعی پر مبنی ہے، قرآن پاک کی کسی آیت مین یہ مسئلہ تصریحی صورت مین مذکور نہین، احادیث مین مروی نہین، امام مالک نے اپنے استدلال مین حضرت سعید بن المسیب وغیرہ کا فتوی نقل کیا ہی، حضرت سعید بن المسیب کہتے ہین کہ عدم نفقہ کی بنا پر تفریق "سنت" ہے، لیکن حضرت سعید بن المسیب تابعی ہین، اُنکا ارشاد سر آنکھون پر لیکن وہ شارعیت کا درجہ نہین رکھتے، اور نہ آنحضرت صلعم تک اس فیصلہ کو وہ تصریحاً مرفوع کرتے ہین،

امام شافعی اپنی راے کی صحت پر اس واقعہ سے استدلال کرتے ہین:

"حضرت عمر فاروق نے اپنے زمانہ خلافت مین سپہ سالارون کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ سپاہیون مین

اعلان کردین کہ وہ یا اپنی بیویون کا نفقہ بھیجین یا طلاق دیدین" (رواہ الشافعی والبیہقی)

لیکن حضرت عمر کے فرمان کو غور سے پڑھنا چاہیئے، کیا اس مین اُنکے دعوای تفریق کی تائید مین کوئی لفظ مذکور ہی؟ اس مین تو وہ طلاق دینے کا حکم دیتے ہین، اور یہ ایک الگ بحث ہی،

متاخرین نے ایک اور حدیث سے بھی جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہی استدلال کیا ہی، حدیث مذکور یہ ہے:

عن النبی صلعم قال افضل الصدقة ما کان عن ظهر غنی والید العلیا خیر من الید السفلی وابدأ بمن تعول تقول المرأة اما ان تطعمنی و اما ان تطلقنی ویقول العبد اطعمنی واستعملنی ویقول الابن اطعمنی الی من تدعنی قالوا سمعت هذا من رسول الله صلعم قال لا هذا من کیس ابی هریرة

آنحضرت سے روایت ہی کہ فرمایا، بہتر صدقہ وہ ہے جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو اور دیا جائے، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہی، صدقہ انسے شروع کرو جنکی تم کفالت کرتے ہو، بیوی کہتی ہی کہ یا کھلاؤ یا طلاق دو، غلام کہتا ہی کھلاؤ اور کام لو، لڑکا کہتا ہی مجھکو کھلاؤ، مجھکو کس پر چھوڑتے ہو، لوگون نے کہا یہ آپنے خود آنحضرت صلعم سے سنا، بولے کہ نہین یہ ابوہریرہ کی سمجھ سے ہی،

لیکن اولاً تو اس حدیث سے صرف اس امر کی ایک عام نصیحت ہی کہ خیرات اپنے گھر سے شروع کرنی چاہئے، اور عموماً عورتون کا مطالبہ یہ ہوتا ہی کہ یا خرچ دو یا طلاق دو، اس سے یہ حکم شرعی تو ثابت نہین ہوتا کہ آنحضرت صلعم عدم نفقہ کی صورت مین طلاق مشروع فرماتے ہین، ثانیاً یہ کہ حضرت ابوہریرہ کے آخری فقرہ کا مطلب نہایت مشتبہ ہے، لوگ پوچھتے ہین کیا آپنے یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی؟ فرماتے ہین کہ نہین یہ میری سمجھ ہے (دوسرا ترجمہ یہ ہوسکتا ہی کہ نہین یہ میری تھیلی سے ہی)، منکرین تفریق کہتے ہین کہ خود حضرت ابوہریرہ کے اعتراف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آنحضرت صلعم کا ارشاد نہین، بلکہ ایک صحابی کی راے ہی، مجوزین تفریق کہتے ہین کہ جو تم معنی سمجھے ہو اُسکے لحاظ سے کلام مین تضاد لازم آتا ہی کہ ابتداے کلام مین وہ تصریح کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے

فرمایا، لوگون کے پوچھنے پر وہ کہتے ہین کہ نہین میری سمجھ ہے، بلکہ مقصود یہ ہی کہ باوجود تصریح کہ اسم مبارک
جب لوگون نے پوچھا کہ آپ نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہی تو انکو غصہ آگیا اور طنزاً فرمایا "نہین میری
سمجھ ہے"، یعنی نہین آنحضرت صلعم کا ارشاد ہی،

لیکن اس تاویل کو محدثین مان لین تو مان لین، لیکن اہل ادب تسلیم نہین کر سکتے، کیونکہ اس
تاویل کے رُو سے ضرور تھا کہ لا نہوتا، بلکہ یون ہوتا کہ هذا من کیس ابی هریرة؟ تو کیا یہ ابوہریرہ کی
رائے ہی؟ ہمارے نزدیک اس حدیث کا مطلب اور ہی جس سے کسی قسم کا تناقض نہین لازم آتا،
اصل حدیث جو دوسرے طرق سے بھی مشہور و مروی ہے، اسقدر ہی،

افضل الصدقة عن ظهر غنی والید العلیا خیر من الید السفلی وابدء بمن تعول	بہتر صدقہ وہ ہی جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو اور دے، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہی صدقہ اُنسے شروع کرو جنکی تم پر کفالت ہے،

اسکے بعد جو اُنھون نے فرمایا کہ بیوی کہتی ہے کہ مجھکو کھلاؤ یا چھوڑ دو، غلام کہتا ہی کہ مجھکو کھلاؤ
اور کام لو، یہ ابوہریرہ کے الفاظ تفسیری ہین، چنانچہ نیچے درجہ کے محدثین مثلاً دارقطنی اور امام احمد کی
بھی ایک روایت مین بیشک اس تاویل کی گنجائش نہین کہ اُنھون نے حدیث و الفاظ تشریح کو
باہم مخلط کر دیا ہی لیکن اکابر محدثین مثلاً امام بخاری، امام مسلم اور امام احمد (بطریقۂ اُخری) نے
حدیث اور تفسیری فقرون کو الگ رکھا ہی، چنانچہ قاضی شوکانی جس محقق اعظم کی کتاب کی
شرح لکھنے بیٹھے ہین، یعنی علامۂ کبیر شیخ الاسلام والمسلمین ابن تیمیہ الحرانی، خود اسی کتاب کی
متن مین فرماتے ہین،

واخرجه الشیخان فی الصحیحین واحمد من طریق آخر و جعلوا الزیادة المفسرة فیه من قول ابی هریرة	امام بخاری و مسلم صحیحین مین اور امام احمد دوسری سند سے اس حدیث کو لائے ہین اور تفسیری اضافہ کو ابوہریرہ کا قول بتایا ہے،

دارقطنی کی جس روایت مین آخری فقرون کو بھی ارشاد نبوی بنا دیا گیا ہی اُس کا ایک راوی

عاصم ہے جسکے حفظ مین علمائے رجال کو کلام ہے، اور یون بھی امام بخاری و مسلم و احمد کے سامنے
انکا کیا اعتبار ہو سکتا ہی،

حافظ بیہقی اس زمانہ کے محدث ہین جب فقہا نہ فرقہ بندیون کی بنیاد پڑ چکی تھی اسلئے
اپنے مذہب کی تائید مین کمزور اور ضعیف الاستدلال احادیث کے ایراد سے بھی نہین چوکتے، ابتک تو
یہ جزیت تھی کہ حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت سے مسئلۂ تفریق کا استنباط ہو رہا تھا، اب آگے
قدم بڑھتا ہی اور حضرت ابوہریرہ کے واسطے سے خود حضور رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
پورے جزئیہ کی مرفوعاً روایت کی جاتی ہے:

عن ابی هریرة عن النبی صلعم فی الرجل لا یجد ما ینفق علی اهله قال یفرق بینهما،	ابوہریرہ سے روایت ہی کہ آنحضرت نے اس شوہر کے بارہ مین فرمایا جو اپنی بیوی کے نفقہ کیلئے کچھ نہین پاتا کہ انکے درمیان تفریق کر دیجائے،

بیہقی کو دارقطنی کی عبارت سے وہم ہوا دارقطنی نے مسئلہ مذکور کی نسبت پہلے حضرت ابوہریرہ
والی پہلی حدیث نقل کی ہی، پھر حضرت سعید بن مسیب کا قول لکھا ہی، تیسری روایت مین آنحضرت تک
سند بیان کرنے کے بعد بمثلہ (اسی طرح) کہدیا ہی، بیہقی نے سمجھا کہ سعید بن مسیب نے جو فتوی
دیا ہی، بمثلہ سے مراد یہ ہی بھی فتوی آنحضرت صلعم سے مروی ہی، حالانکہ دارقطنی سے تقدم و تاخر کا
تسامح ہو گیا، بمثلہ والی روایت کو سعید بن مسیب کے قول سے پہلے ہونا چاہئے تھا دارقطنی کا
مقصود یہ ہی کہ ابوہریرہ کی مشہور حدیث اُن تک دو طریقہ سے پہونچی ہے، پہلا طریقہ تو پہلے روایت کیا
اور پوری متن حدیث اُسکے بعد ذکر کی، اسکے بعد بہ پیروی دستور محدثین و علی الخصوص حسب عادت
امام مسلم، دوسرا طریقہ اسناد لکھکر متن حدیث کا اعادہ نہین کیا بلکہ بمثلہ کہدیا (اسی طرح) یعنے
متن سابق کے مطابق،

بااین ہمہ حاتم نے اسکو معلول قرار دیا ہی، حافظ ابن قیم اس روایت کی نسبت لکھتے ہین،

حدیث منکر لا یحتمل ان یکون من النبی صلعم

امام بیہقی نے جوش مذہبی کا اس مسئلہ مین جو ثبوت دیا ہی وہ اُن جیسے امام کی شان تحقیق سے کسدرجہ پست ہی، بہر حال حضرت ابوہریرہ کی دونون حدیثون کو مان بھی لیا جائے تو اس عدم ادائے نفقہ کی صورت مین تفریق نہین بلکہ تطلیق ثابت ہوتی ہی کہ فحوائے حدیث یہ ہی کہ یا نفقہ دو یا طلاق،

ہمارے پاس ایک اور چیز بھی ہی اُس زمانۂ اقدس و اطہر کی تاریخ جس کا ایک ایک حرف ہر مسلمان کی زندگی کا ناقابل تغیر دستور العمل ہی، کسکو معلوم نہین کہ اس زمانہ کا اکثر حصہ عام افلاس، غربت، فاقہ، عسرت، اور تنگ حالی مین گذرا، آنحضرت صلعم اور صحابۂ کرام پر کئی کئی دن گذر جاتے تھے اور مُنھ مین ایک کھیل اُڑکر نہین جاتی تھی، متواتر تین تین دن فاقے ہوتے تھے پہننے کو کپڑے نہین رہتے تھے، با این ہمہ احادیث مین ایک حرف مذکور نہین کہ کسی صحابیہ نے اس بنا پر تفریق یا فسخ کا دعوی کیا ہو، صحیحین مین ہی کہ ایک صحابیہ نے اپنے نکاح کا حق آپ کو تفویض کر دیا، ایک صحابی نے درخواست پیش کی، اُنکا یہ حال تھا کہ مہر کے لئے ایک کوڑی پاس نہ تھی، لوہے کی انگوٹھی آپ نے دریافت کی تو وہ بھی نہ نکلی، کل کائنات ایک تہبند تھی، با اینہمہ آپ نے بیاہ دیا انھون نے منظور کیا، اب اگر تین روز کے بعد نکاح فسخ ہوجاتا تو غالباً آپ اتنی قلیل العمر تقریب نکاح خود انجام دیتے، اس تفصیل سے بوضوح تمام ظاہر ہوگیا کہ فتوائے تفریق کسی صریح حجت شرعی پر مبنی نہین، کتاب اللہ کی کوئی آیت کریمہ، کوئی حدیث، صحابہ کا کوئی اثر اُسکی تائید مین نہین فالحمد للہ علی ما وفقنا للھدی، پھر دعوای فسخ کی نسبت ہم نہین جانتے کہ کیا کہین

مسئلہ عدم ادائے نفقہ کی تحقیق اور رفع حجاب

کتاب و سنت کے بعد قیاس، استنباط تدبر اور فہم کا درجہ ہی، جسکی کتاب الٰہی نے ہر جگہ دعوت دی ہے،

عدم نفقہ کی صورت مین داستان سرایان نغز گفتار، انشا پردازان معجز بیان، نقش بندان صورتِ حال، ملتِ بیضا کے فقدان مصالح، نظام تمدن کے اختلال، مجمع البشری کے فساد، اور سب سے آخر اس بدبخت عورت کی زارنالی اور زبون حالی کا قصہ اس دردسے بیان کرینگے اور لکھینگے، اور اس یاس و ناامیدی کی تصویر کھینچینگے کہ سُننے والے اور دیکھنے والے ششدر رہجائینگے دل چیخ اُٹھینگے اور آنکھین پرنم ہوجائینگی، لیکن ہم انھین تسکین دیتے ہین اور اطمینان دلاتے ہین کہ شریعت مطہرہ اسدرجہ سنگدل اور قاسی القلب نہین کہ ان دردمندون اور سوگوارون کے لئے کوئی مایۂ بشارت اور سرمایۂ سعادت نہ رکھتی ہو،

اصل یہ کہ عدم ادائے نفقہ نہایت مجمل فقرہ ہی، اسکی مختلف حالتین اور صورتین ہین اور ہر ایک کے احکام مختلف ہین، سب سے پہلے یہ جاننا چاہیئے کہ وجوب نفقہ کے کیا شرائط ہین [1] بیوی شوہر کے گھر مین ہو یا اسکی اجازت سے کہین اقامت گزین ہو، [2] صلاحیتِ حال کے باوجود زوجیت سے منکر نہ ہو، [3] شوہر کی جائز اطاعت سے منحرف نہو، اگر ان حالات کے فقدان کی بنا پر کوئی شوہر نفقہ بند کردے تو نہ حقیقت مین اُسکی مستحق ہوسکتی ہی، نہ تفریق یا طلاق کا دعوی پیش کرسکتی ہے،

شوہر ان شرائط کے بعد بھی ادائے نفقہ سے غافل ہو تو بیشک بیوی کو چارہ جوئی کا حق حاصل ہے لیکن اس چارہ جوئی کے معنی فسخ و تفریق کی کوشش نہین ہی، اسکے لئے ذرا اور صبر کرنا چاہیئے، امام شافعی کی نسبت جو کہا جاتا ہی کہ مجوزین فسخ و تفریق مین سے ہین، اُنکے فتوی کی اصل عبارت ہم اُوپر نقل کر آئے ہین، اس پر ایک بار اور نظر ڈالنی چاہیئے، فرماتے ہین:

کتاب الٰہی اور سنت نبوی سے بہ تحقیق معلوم ہوچکا ہی کہ شوہر پر بیوی کی کفالت واجب ہے،

پھر جب بیوی کا شوہر پر حق ہی کہ وہ اسکی کفالت کرے، اور شوہر کا حق ہی کہ وہ بیوی سے متمتع ہو، اور اسکو دوسرون کی دست نگری سے بچائے، اور اس سے کہ وہ (رزق کے لئے)

تہر ہن ماری ماری نہ پھرے، پھر شوہر کے پاس اگر اتنا نہ ہو کہ وہ بیوی کی کفالت کر سکے
تو ممکن ہی کہ جب شوہر کو کچھ نہ ملے جس سے بیوی کا نان و نفقہ ادا کر سکے تو عورت مختار ہو کہ
خواہ اُسکے ساتھ رہنا پسند کرے یا اُس سے علحدگی چاہے، اگر علحدگی اس نے قبول کرلی
تو یہ تفریق ہوگی بلا طلاق۔

ذرا اُن پر احتیاط الفاظ کو متاخرین کے اِس فقرہ کے ساتھ تول کر دیکھو کہ "اگر شوہر بیوی کو
نفقہ نہ دے تو تفریق کر دیجائیگی" اگر آج سے اس فتوے پر عمل ہو جائے کہ شوہر کے افلاس کے
تیسرے دن بعد بیوی شوہر سے علحدہ ہو جائے، تو آج کتنے سفید پوش گھرانے ویران ہو جائین،
اس تغیرات آباد اور حوادث کدۂ عالم مین افلاس و تونگری، دولت اور فقر ساتھ ساتھ اور توام ہین
آج دولت ہی تو کل افلاس ہی، کل ایک خاندان ناز و نعم کے آغوش مین پرورش پاتا تھا، آج
اسے نان شبینہ اور پیراہن کہنہ بھی میسر نہین، کسے معلوم کہ کل زید افلاس و دولت کی کس حالت مین
ہوگا تو اسکے یہ معنی ہین کہ نہین معلوم زید کی گھرانے کی خوشی و مسرت، وہ خوشی و مسرت جسکا اساس
دولت و نعمت نہین ہی بلکہ عقد ازدواجی کی غیر فانی محبت، کب اُس کا خاتمہ ہو جائیگا،

اس محبت کو افلاس و فقر کے تغیر الاحوال حالات سے ڈر کر فراموش کر دینا عقد ازدواجی کی
انتہائی تحقیر ہی، اسی بنا پر ازواج مطہرات، صحابیات، تابعیات کے کسی دو مشہور و بالخیر مین
افلاس و فقر کی بنا پر کسی نے فسخ نکاح کا دعوی نہین کیا، اکثر وہ گھرانے جنکا ایک ایک جبہ
جبینِ عقیدت کا سجدہ گاہ ہی، وہ فقر و افلاس کی دولت سے مالا مال تھے، تاہم وہان ہم نے
تیسرے روز کے بعد میان بیوی کو الگ نہ پایا، پھر جن لوگون نے تفریق و فسخ کا فتوی بھی دیا،
انھون نے عدم ادائے نفقہ بالی وجہٍ کان اس عمومی حیثیت سے فتوی نہین دیا، مجتہدین کی
کتابین بھی موجود ہین، محدثین کی تصنیفات سامنے ہین، فقہا کے فتاوی پاس ہین، علمائے مستقلین کے

آزاد مجتہدات بھی معلوم ہین، لیکن ہر جگہ وہ شوہر کے افلاس بلکہ عدم قدرت علی النفقہ کی حالت کے
ساتھ مخصوص و مشروط ہے، عنوان باب مین حالت اعسار کی سرخی قائم ہی تفصیل متن و
شرح مین اذا لم یجد ما ینفق علی امرءتہ او مثلہ من العبارات مذکور ہی اگر احیاناً کسی روایت مین
تسامحاً اذا لم ینفق علی امرءتہ بحالت عام ہی تو دوسری اکثر روایتون مین وہی مسئلہ بقید مذکور ہی
اور ظاہر ہی کہ اگر شوہر کے پاس موجود ہی اور نہین دیتا تو عدالت اگر زبردستی طلاق جبری دلا سکتی
یا تفریق کرا سکتی ہی تو اس سے آسان تر یہ ہی کہ وہ جبراً نفقہ بھی دلا سکتی ہی فاختر اخف الامرین،

اس بنا پر مسئلہ عدم نفقہ مین ایک مشترک شے یہ ہی کہ شوہر [illegible] اور ادائے نفقہ پر قدرت
نہ رکھتا ہو، بیوی کو شکایت پیدا ہو، اور وہ قناعت سے درگذر کر آمادہ مطالبہ ہو، ورنہ اگر بیوی
ان مصائب پر راضی اور شاکر ہی تو کسی کو کوئی حق تفریق یا مطالبہ حاصل نہین، اس سے ظاہر ہوگا کہ
صرف عدم وجدان نفقہ تحقق تفریق کے لئے کافی نہین، یہ مسئلہ تمام ائمہ مجتہدین اور علمائے ملت
شکر اللہ مساعیہم کا متفق علیہ ہے،

اب اسکے بعد اس سوال کا موقع ہی کہ علمائے اسلام کا اس مسئلہ کی نسبت کیا فتوی ہی
فتاوی کے قبول و ترجیح مین جس طرح ایک ناقد بصیر کا فرض ہی کہ وہ متاخرین و ابنائے عصر کے
اقوال کی پروا نہ کرے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہی کہ "رائے محض" کے باوجود قدما اور سلف صالحین
بڑے بڑے اور عظمت کے نامون سے مرعوب نہ ہو جائے تقدم الرجال لاینقذہ ملا اعمال
مسئلہ بحوث عنہا کے متعلق ائمہ مجتہدین اور علمائے اسلام کے متعدد جوابات ہین، جو متاخرین کی
کتابون مین بلا شرط و قید نہایت بے احتیاطی سے مذکور ہین، چنانچہ ابن الامیر نے خود مسئلہ مذکور کی
نسبت فقہا کی پانچ مختلف جماعتون کی تحقیقات کا ذکر کیا ہی،

مالکیہ و حنابلہ و شافعیہ (فی احد القولین) عدم قدرت علی النفقہ کی صورت مین عورت کو

اختیار ہوگا کہ عدالت مین مرافعہ کرکے شوہر کو کچھ دن کی مہلت دے، اگر باز نہ آئے تو طلاق لے لے یا تفریق کرالے،

حنفیہ، ہدویہ، توریہ و (شافعیہ فی اخر القولین) افلاس اور عدم قدرت علی النفقہ کی حالت مین، تفریق یا طلاق جائز نہین، بلکہ بیوی کو صبر و سکون چاہئے، یا شوہر کی ذمہ داری پر قرض لے یا خود محنت اور کام گوارا کرے،

عنبریہ، (متبعین امام عنبری قاضی بصرہ) کا فتوے ہی کہ بحالت مذکور اس جرم مین شوہر قید ہوگا اور اُسکو عمل و اکتساب پر مجبور کیا جائیگا،

ہدویہ، اس حالت مین عورت کو خود اپنے ہاتھ سے محنت کرکے کہانا چاہئے،

ان مین سے ہر فرقہ کے دلائل کتاب و سنت اور قیاس سے مستنبط ہین، اور اسلئے ان مین سے کسی کی تردید علی الاطلاق نہین کیجا سکتی، بلکہ حقیقت یہ ہی کہ ان مختلف ائمہ اسلام رحمہم اللہ تعالےٰ نے مسئلہ کی مختلف صورتون اور حالتون کو جو اُنکے سامنے پیش کی گئین، لے لیا ہی، اور اُنکے مطابق فتوی دیا ہی، اور وہی اُنکے اتباع اور پیروؤن کے نزدیک مطلقاً ہر حالت کے لئے عام جواب بنگیا ہے،

خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز سے اس باب مین تین فتوے منقول ہین، اور لوگون کو اس انتشار جواب پر تعجب ہی، لیکن اصل یہ ہی کہ مقدمہ کی مختلف نوعیتون کے لحاظ سے اُنکے مختلف فیصلے ہین،

محاکمہ اور نقد کرتے وقت وہ تمام صورتین اور حالتین الگ الگ ہم کو اپنے سامنے رکھکر کتاب و سُنت اور قیاس صحیح پر انکو ردکرنا چاہئے، اور اس شمع حقیقت اور چراغ کی روشنی مین شارع علیہم السّلام کے اصل مقصد کی طرف پہونچنے کی کوشش کرنی چاہئے، ھدانا اللہ الی ما عندہ حق و علے قول رسولہ صدق

مسئلہ کی سب سے پہلی تقسیم یہ ہی کہ شوہر یا مفلس اور غیر قادر علی النفقہ ہی، یا مستطیع اور ادائے

نفقہ پر قادر ہے، لیکن شرارت یا تغافل سے اپنا فرض ادا نہین کرتا،

پہلی صورت کی بھی دو شکلین ہین،

(۱) کاہل الوجود لااُبالی ہی، اسلئے کمانے کی فکر نہین کرتا،

(۲) بے فکر لااُبالی نہین لیکن حالات سے مجبور ہی،

دوسری صورت کی بھی متعدد شکلین ہین،

(۳) نہین دیتا تو بیوی خود اُسکے مال مین لے سکتی ہی،

(۴) خود نہین لے سکتی تو حاکم زمانہ جبراً دلا سکتا ہی،

(۵) کسی صورت سے لینا ممکن نہین،

قاضی عنبری کا قول اور بعض اور علما کا بھی یہ مسلک کہ عدم ادائے نفقہ پر شوہر کی تعزیر کیجائے یہ پہلی صورت سے متعلق ہے، علامہ ابن قیم کے اس فتوی کی بڑی ہنسی اُڑائی ہی، سبب یہ ہے کہ اُنھون نے اُسکو تمام حالات سے متعلق سمجھا ہے، خاندان کا تکفّل اور اس راہ مین فکر و صعوبت برداشت کرنا اگر پیش آے تو ضروری ہی، پھر نفقہ ایک قرض کی صورت ہی، اسلئے عدم ادائے دین کی اس مخصوص حالت مین تعزیر سلطنت کا فرض ہی، اور قانون ہند مین بھی مسلّم ہے، لیکن بالفرض اگر ہم ایسی سلطنت مین بستے ہین جسکی حکومت مین اس پر تعزیر نہین، یا تعزیر سے بھی شوہر کی روش مین تغیر نہین ہوا تو مالکیہ اور حنابلہ کے فتوی کے مطابق اور حضرت سعید بن مسیب کی حدیث مرسل کی بنا پر شوہر کو طلاق پر مجبور کیا جائیگا، نہ مانے تو حاکم تفریق کردیگا بحکم آیۂ کریمہ کا

تضاروهن

حنفیہ اور توریہ وغیرہ ائمہ عراق اور نیز علمائے ظاہریہ کا فتوی دوسری صورت سے متعلق ہے، اس صورت مین بیوی کو رضائے قسمت اور صبر و شکر اور خود اپنی ذاتی محنت سے

کام لینا چاہیے، اس حالت مین تفریق یا طلاق پر جبر ظلم اور باہمی ہمدردی و مواساۃ کا خون ہے، کلام پاک کی یہ آیت تقریباً مصرحاً اس حکم پر برہان قاطع ہے،

لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه الله لا یکلف الله نفساً الا ما آتاها سیجعل الله بعد عسر یسرا (طلاق)	صاحب استطاعت اپنی استطاعت کے مطابق بیوی کو دے جس پر روزی تنگ کی گئی، وہ انہین سے دے جو کچھ خدا نے اسکو دیا ہی، خدا کسیکو اس سے زیادہ کی تکلیف نہین دیتا جو اس نے دے رکھا ہی، وہ تنگی کے بعد کشادگی بخشیگا،

۳- تیسری صورت یہ ہی کہ مرد مستطیع ہو لیکن کسی سبب سے نفقہ ادا نہ کرے، اس کا جواب حدیث صحیح مین تصریحاً مذکور ہی، جامع ترمذی کے علاوہ حدیث شریف کی تمام کتب معتبرہ مین ہے کہ ابوسفیان کی بیوی ہند (امیر معاویہ کی مان) خدمت اقدس مین حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئین،

یا رسول الله ان ابا سفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت منه وهو لا یعلم فقال خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف (رواہ الجماعۃ الا الترمذی)	یا رسول اللہ! ابوسفیان بخیل آدمی ہین، مجھکو اتنا نہین دیتے جو میرے اور میری اولاد کے لئے کافی ہو، لیکن جو کچھ مین ان کی لاعلمی مین انسے لے لون، فرمایا جو تم کو اور تمہارے بچے کو کافی ہو وہ حسب دستور لیلو،

۴- چوتھی صورت کہ بیوی، شوہر کے مال سے خود نہین لے سکتی، تو حاکم زمانہ لیکر دلسکتا ہی، اس مسئلہ کے لئے بھی مزید کاوش کی حاجت نہین، حضرت فاروق اعظم کا اثر مبارک امام شافعی نے بسند صحیح کتاب الام مین روایت کیا ہی،

اخبرنا مسلم بن خالد عن عبید الله عن نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن	مسلم بن خالد نے عبید اللہ سے اور انھون نے نافع سے اور نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہی کہ عمر بن خطاب نے سپہ سالارون کے نام ان لوگون کی نسبت جو بیویون کو چھوڑکر

نسائهم یامرهم ان یاخذوهم ان ینفقوا او یطلقوا فان طلقوا بعثوا بنفقة ما حبسوا	چلے گئے تھے، فرمان جاری کیا تھا کہ وہ انکو مجبور کرین کہ یا نفقہ دین یا طلاق دین، اور اگر طلاق دین تو گذشتہ زمانہ نکاح کا نفقہ بھیجدین،

اگر عدم نفقہ کی بنا پر عورت کو اسقدر کامل اختیار ملجاتا ہی کہ وہ فوراً نکاح فسخ کردے تو حضرت عمر کو تاکیدی فرمان جاری کرنے کی کیا ضرورت تھی، یہین بیویون کو کہدیتے کہ جاؤ اور خود اپنا اپنا نکاح فسخ کرلو،

۵- پانچوین صورت کہ حکام بھی لیکر دینے پر قادر نہ ہون یعنی حکام کے جبر وحکم کی وہ پروا نہ کرے تو انکو طلاق پر مجبور کیا جائیگا، طلاق ندے تو حاکم تفریق کردیگا، یہ مسئلہ بھی امام شافعی کی گذشتہ روایت سے مستنبط ہوتا ہے،

یاخذوهم ان ینفقوا او یطلقوا	انکو مجبور کرین کہ یا نفقہ دین یا طلاق دین،

ہم نے اوپر جہان جہان تفریق کا ذکر کیا ہی، وہ مواقع ہین جہان شوہر طلاق کے لئے باوجود فیصلۂ سلطانی یا تقضائے قاضی آمادہ نہین، اس سے ظاہر ہوگا کہ شوہر کی قوت کو اپنے ہاتھ مین استعمال کرنا، آخری تدبیر ہی، جیساکہ لعان وغیرہ کی صورتون مین شریعت نے بتایا ہے، حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے،

یجبر علی فراقها والا فرق بینهما (ترکمانی علی البیہقی) وہ بیوی سے علٰحدگی پر مجبور کیا جائیگا، ورنہ تفریق کردیجائیگی،

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر طلاق پر آمادہ نہ ہو، تو بدرجۂ مجبوری اور بطور آخر الحیل حاکم اپنے اختیار سے تفریق کردیگا، اور عورت اس افتراق کو تسلیم کریگی، جن ائمہ نے در حقیقت جبراً طلاق کے ذکر کے بغیر تفریق کہدیا ہی وہ گویا اس امر کو فرض کرچکے ہین کہ شوہر عموماً اس حالت مین طلاق سے انکار کرتے ہی ہین اور کرینگے اس بنا پر تفریق کے بغیر چارہ نہین،

ایک اور بات بھی سن لینی چاہیے، تفریق کے لئے عدالت اور قضا کی چارہ جوئی ضروری ہے، نیز شوہر کے افلاس کے ثبوت کیلئے بھی مرافعہ کی حاجت ہی، اور یہ مسئلہ ائمہ کا متفق علیہ ہے،

فسخ نکاح کی حقیقت

عرفی کو شکایت تھی کہ

فقیہان دفترے رامی پرستند

لیکن تین سو برس کے بعد اب یہ انقلاب ہی کہ فقہا سے دفتر پرستی بھی مفقود ہوگئی، اس مسئلہ کے متعلق اگر ارباب تقلید سے غلطی یا تسامح ہوتا تو چندان قابل لحاظ نہ تھا، لیکن اگر انسے لغزشین ہون جوان بیڑیون کو کاٹ چکے ہین، اور ردمختار اور درمختار کے پیچ وخم سے نکل کر سلف صالحین و مستقلین فی الرائے کے درجہ تک صعود کرچکے ہین تو حیرت انگشت بدندان رہجاتی ہی کہ یہ کیا بوالعجبی ہے،

جس شخص نے معزاے شریعت اور اصول فقہ وسنت کو سمجھا ہی وہ ایک سکنڈ کے لئے بھی تصور نہین کرسکتا کہ اگر شوہر نفقہ نہ دے یا ادا نہ کرسکے تو اسی وقت فوراً یا کچھ دن کے بعد عقد نکاح فسخ ہو جائیگا، فسخ کے معنی کسی معاہدہ کو تراضی طرفین سے یا معاہدہ کے کسی جزو ضروری اور عنصر اصلی کے ابطال کی بنا پر شکست کردینا، ظاہر ہی کہ یہ صورت تراضی طرفین کی نہین ہی، اب رہ گیا معاہدہ کے کسی جزو ضروری اور عنصر اصلی کا بطلان، نفقہ اولاً نکاح کے اجزاے اصلیہ مین نہین، البتہ فرائض واجبہ مین ہی، مہر ایک حد تک نکاح کا جزو کہا جاسکتا ہی، لیکن اگر کوئی مہر معجل نہ ادا کرے بلکہ اداے دین سے منکر ہو تو کیا نکاح فسخ ہو جائیگا؟ نہین بلکہ یہ انکار شوہر کا ایک لغو فعل ہوگا، اور اسکے دینے پر وہ مجبور ہی، بعینہ یہی حال نفقہ کا ہی، ثانیاً حالتِ افلاس یا دوسری حالت مین نفقہ نہ ادا کرنا، ایفاے شرط کا بطلان نہین ہے، کہ اس کا بطلان جب تک زوجیت قائم ہے ناممکن ہی، بلکہ تعویق ہے،

یہ تو قیاس وعقل کا اقتضا تھا، اب ائمہ کی تصریحات پیش کرنا ہی، سب سے اول یہ کہ سلف

صالحین اور ائمہ مجتہدین مین سے جو مجوزین تفریق ہین اُن مین کسی نے بھی فسخ کا (بلفظ فسخ حالانکہ قدیم اصطلاح ہی، اور خلع مین اس کا استعمال ہوا ہی) فتویٰ نہ دیا ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین کہا جاسکتا ہی کہ جب بعض ائمہ نے یہ تصریح کی کہ "اس حالت مین عورت کو اختیار ہی کہ فرقت" یعنی علحدگی اختیار کرلے" تو یہی فسخ ہی، عرض کرینگے کہ بر سبیل تنزل اگر تسلیم کرلیا جائے تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ "اختیار فرقت" کس حالت مین ہے؟ صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک عورت سے بیاہ کرنا چاہا، عورت نے لباس و پوشاک یا اسکی ظاہری حالت سے سمجھا کہ وہ صاحب استطاعت ہی، اور اسکے افلاس و فقر محض کی داستان اس سے مخفی رہی، بیاہ کے بعد اصل حقیقت کا انکشاف ہوا، اس صورت مین عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہی کہ یہ فریب و خدع ارادی یا اتفاقی کی ایک صورت تھی، امام شافعیؒ "فرقت عند اعسار النفقۃ" کے بعد لکھتے ہین،

وان نکحتہ وھی تعرف عسرتہ فکمھا وحکمہ فی عسرہ کحکم المرأۃ تنکح الرجل موسرا فیعسر لانہ قد یوسر بعد العسر ویعسر بعد الیسر،

اگر عورت نے اس سے نکاح کیا اس حالت مین کہ وہ اسکی غربت وتنگدستی کو جانتی تھی تو انکا حکم اس غربت کی حالت مین اس بیوی کا حکم ہی جو کسی صاحب دولت سے نکاح کرے پھر وہ غریب ہو جاے، کیونکہ آدمی غربت کے بعد دولتمند اور دولتمندی کے بعد غریب ہو جایا کرتا ہے،

قاضی عیاض مالکی کی تصریح ہی کہ امام احمد اور امام مالک کا فتویٰ فسخ بھی اسی صورت کے ساتھ مخصوص ہے

وان رضیت بالمقام معہ مع عسرتہ ثم بدا لھا الفسخ او تزوجت عالمۃ بعسرتہ ثم اختارت الفسخ فلھا ذلک قال القاضی ظاھر کلام

اگر تنگدستی کے باوجود اس نے شوہر کے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر کی، پھر اسکی نیت بدلی کر فسخ کرائے، یا اسکی غربت کے علم کے باوجود اس نے اس مرد سے بیاہ کیا، پھر فسخ کو پسند کرے، تو اسکو حق ہی، قاضی فرماتے ہین کہ امام احمد کی ظاہر عبارت

احمد انہ لیس لہا الفسخ فی الموضعین و
ببطل خیارھا، وھو قول مالکؒ
لانہا رضیت بعیبہ ودخلت فی العقد
عالمۃ فلم تملک الفسخ

یہ ہی کہ ان دونون صورتون مین اسکو فسخ کا حق نہین، اور اسکا
اختیار باطل ہوجائیگا، اور یہی قول امام مالک کا ہی کیونکہ اسکے
اس عیب کو وہ خود پسند کرچکی اور جان کر اسکے عقد مین داخل ہوئی
اسلئے فسخ کا حق نہین،

متاخرین مین شیخ الاسلام والمسلمین علامہ ابن تیمیہ اور اُنکے تلمیذ رشید علامہ ابن قیم سے
زیادہ کوئی کتاب و سنت کا رازدان، اور اصول شریعت کا محرم اسرار نہین گذرا، زاد المعاد مین اُن کا
محاکمہ ملاحظہ فرمایئے اور اسی پر خاتمہ تحریر ہے،

والذی تقتضیہ اصول الشریعۃ وقواعدھا فی
ھذہ المسئلۃ ان الرجل اذا غر المرأۃ بانہ ذو مال
فتزوجتہ علی ذلک فظھر معدما لا شیئ لہ او کان
ذا مال وترک الانفاق علی امرأتہ ولم تقدر علی اخذ
کفایتہا من مالہ بنفسہا ولا بالحاکم ان لہا الفسخ، وان
تزوجتہ عالمۃ بعسرتہ او کان موسرا ثم اصابتہ جائحۃ اجتاحت
مالہ فلا فسخ لہا فی ذلک ولم تزل الناس تصیبہم
الفاقۃ بعد الیسار (زاد المعاد)

اصول و قواعد شریعت کا مقتضٰی اس مسئلہ مین یہ ہی کہ اگر کسی نے
عورت کو دہوکہ دیا کہ وہ دولتمند ہی، کسی عورت سے بیاہ کیا، پھر ظاہر ہوا کہ وہ تہی دست ہے
اسکے پاس کچھ نہین، یا وہ دولتمند ہی لیکن اُسکے مال سے خود یا حاکم کے
ذریعہ سے بقدر کفایت نے لینے پر قادر نہین، تب اسکو فسخ کا حق ہوگا
اور اگر جان کر کہ وہ مفلس ہی اس نے بیاہ کیا، یا وہ دولتمند تہا پھر کسی اتفاقی
حادثہ کے سبب اسکا مال ضائع گیا تو بیوی کو فسخ کا حق نہین، اور
یہ اکثر پیش آیا ہی کہ دولت کے بعد فقر و فاقہ نصیب ہوا ہے،

افسوس ہی کہ صحبت نے بہت طول کھینچا، اور اہل محفل میری باتین اور عربی عبارتین سنتے سنتے ملول
و بدمزہ ہوگئے ہونگے، لیکن بحمد اللہ کہ وہ خواب جو کثرت تعبیر سے پریشان ہو رہا تہا اس نے کشف حقیقت اور
انشراح صدر کا پہلو اختیار کرلیا ورنہ ہمین ڈر تہا کہ جسطرح آج منتشار العلما کے فتوی پر پرکاش نے اسلام کی
بیچارگی پر ماتم کیا، اور علما نے غیرت اسلامی سے فسخ و تفریق کا علاج پیش کیا، کل اس عام فتوی پر کہ عدم ادائے نفقہ کے ساتھ
فوراً کچھ دن کے بعد نکاح فسخ ہوجاتا ہی یا تفریق لازم آتی ہی اسلام کی سستی عہد اور بیوفا پسندی کا طعن سننا پڑیگا، واللہ علمہ
وعلمہ اتم واحکم

خُلفای عباسیہ

اور

فریضۂ اشاعت اسلام

(از مولانا عبد السّلام ندوی).

ہمارے مورخین نے خلفائے عباسیہ کے شبستان عیش کے پراسرار واقعات کا راز اِس
بلند آہنگی کے ساتھ طشت از بام کیا کہ اُنکی صدائے بازگشت نے اُنکے بہت سے شاندار کارنامون کو
گوش آشنائے عالم نہونے دیا، مامون کے کارنامہائے زندگی مین یونانی تراجم اور فلسفہ کی اشاعت
و ترویج کا ذکر بے شبہہ نہایت نمایان طریقہ سے کیا گیا ہی، لیکن ان واقعات نے خلفائے عباسیہ کے
حقیقی کارنامون کے چہرے پر ایک اور نقاب ڈالدی، اور دنیا کی نگاہون سے اُنکی اصلی حیثیت مخفی رہگئی۔

خلفائے عباسیہ نے علوم و فنون کی اشاعت مین جن شاہانہ فیاضیون سے کام لیا وہ اگرچہ
دنیا کی علمی تاریخ کا ایک نمایان واقعہ ہی، لیکن اُنکی حقیقی حیثیت صرف یہ ہی کہ وہ ملّت اسلامیہ کے
محافظ، بیت اللہ کے کلید بردار، اور ایوانِ اسلام کے دربان تھے، اِس بنا پر ہمکو صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ
اُنھون نے مذہب اسلام کی کیا خدمت کی اور خلافت آلٰہیہ کا کیا حق ادا کیا؟

اسلامی خدمات کی فہرست نہایت طویل ہی، اور خلفائے عباسیہ نے یہ تمام خدمتین
نہایت سرگرمی سے ادا کی ہین، اُنھون نے احادیث نبوی کی جمع و ترتیب کا مقدس کام انجام
دیا ہی، مسجد حرام کو نئے آب و رنگ کے ساتھ تعمیر کیا ہی، دنیاے اسلام کو زنادقہ و ملاحدہ کی مذہبی
شورش سے بچایا ہی، غرض جو کچھ ایک اسلامی بادشاہ کو کرنا چاہیئے وہ سب کچھ کیا ہی، لیکن ان سب سے
مقدم ایک اور اسلامی خدمت ہی، جس کا اسوقت مصر، افریقہ، ہندوستان اور یورپ مین یکسان

غلغلہ بلند ہی، اسلئے ہمکو دیکھنا چاہئے کہ خلفائے عباسیہ کی مذہبی سرگرمیون نے اشاعت اسلام مین کسقدر حصہ لیا؟

مسٹر آرنلڈ اپنی مشہور کتاب پریچنگ آف اسلام مین لکھتے ہین،

"مذکورہ بالا واقعات جو ہجرت کی پہلی دو صدیون سے بیان ہوئے بہت قلیل ہین، ان سے فقط اسقدر معلوم ہوتا ہی کہ تبلیغ اسلام مین کوشش کی جاتی تھی، لیکن کوئی معین واقعہ ترویج اسلام کے بارہ مین اُنسے تحقیق نہین ہوتا، ایسے واقعہ کی پہلی دستاویز جو مین طور پر تبلیغی حیثیت رکھتی ہے، اسکا زمانہ مامون الرشید (۸۱۳ـ۸۳۳ء) کے عہد خلافت مین دریافت ہوتا ہی، یہ دستاویز خط کی شکل مین ہی، جسکو مامون کے ایک عزیز (الہاشمی) نے اپنے عیسائی دوست کے نام لکھا جو شریف النسب عرب تھا اور دربار مامونی مین بڑا اعزاز رکھتا تھا اور خود خلیفہ اسکی بڑی توقیر کرتا تھا، اس خط مین الہاشمی نے نہایت محبت سے اور ایسے الفاظ مین جو شاہد ہین کہ مسلمانون کا مذہبی کلیسا کے ساتھ کیسا مذہبی آزادی کا طریق تھا، اپنے دوست سے درخواست کی کہ اسلام قبول کرے، اسی نامہ مین ایک تقریر نقل ہی جو خلیفہ مامون الرشید نے اہل دربار کے سامنے کی اور جس مین ان لوگون کا سخت تحقیر سے ذکر کیا جنھون نے دنیا کے نفع اور خود غرضی سے اسلام قبول کیا، اور انکی مثال اُن منافقین سے قائم کی جنھون نے یہ ظاہر کر کے کہ پیغمبر خدا صلعم کے دوست ہین آپکی ہلاکت کے لئے سازش کی ×××× خلیفۂ وقت کی زبان سے ایسی حکایت کا بیان ہونا قابل وقعت ہی کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ نومسلمون کی نسبت یہ خیال تھا اور جستجو تھی کہ بے لوث اور خالص ایمان سے اسلام قبول کرین، اگر یہ دریافت ہوجاتا تھا کہ جب دنیا یا نازیبا اغراض سے وہ مسلمان ہوئے ہین تو اُن پر سخت ملامت ہوتی تھی،

مامون الرشید خود اشاعت اسلام مین بہت سرگرم تھا اور قلمرو خلافت کے دور دراز صوبجات

ماوراء النہر اور فرغانہ مین ان لوگون کو جو مسلمان نہ تھے مراحم خسروانہ سے اسلام پر مدعو کیا،[1] لیکن اپنی شاہانہ سطوت کا ناجائز استعمال اس طرح نہین کیا کہ لوگون کو زبردستی مسلمان کرتا، جبکہ یزدان بخت فرقہ مانویہ کا سردار بغداد مین آیا اور علماء سے مناظرہ قرار دیا جس مین وہ بالکل خاموش کردیا گیا تو مامون نے کوشش کی کہ یزدان بخت مسلمان ہوجائے مگر یزدان بخت نے یہ کہکر انکار کیا کہ "امیر المومنین تمہاری نصیحت گوش گذار ہوئی اور تمہاری بات سنی لیکن تم ان مین نہین ہو جو لوگون کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کرتے ہین"، خلیفہ مامون نے بجائے اسکے کہ اپنی ناکامی پر غصہ کرتا یزدان بخت کی حفاظت کے لئے سپاہ ساتھ کردی تاکہ رعایا مین جو لوگ متعصب ہون انکی گزند سے سردار محفوظ رہے، تیرہوین صدی ہجری کے اوائل مین بیت جاثی کے نسطوری بشپ تھیوڈر نے اسلام قبول کیا، اور اسکے لئے کسی طرح کا جبر و تشدد اس پر نہوا تھا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عیسائی مورخ (ابو الفرج ملطی) جس نے بشپ کے مسلمان ہونے کا حال لکھا ہی، جبر و اکراہ کا ذکر بھی ضرور کرتا، اس واقعہ کے سو برس بعد سنہ ۱۰۱۶ء مین اکناتیس تکریت کا یعقوبی المذہب مطران جو اس عہدہ پر پچیس (۲۵) برس تک مامور تھا بغداد کو روانہ ہوا، اور خلیفہ قادر باللہ کے سامنے اسلام قبول کیا، اور ابو مسلم نام رکھا،[2]

مسٹر آرنلڈ نے جو کچھ لکھا ہی وہ اگرچہ ایک طویل مطالعہ کا نتیجہ ہی لیکن افسوس ہی کہ انکی نگاہ سے اس قسم کے اور بہت سے واقعات مخفی رہ گئے، وہ فرماتے ہین کہ "خلفائے عباسیہ کی تبلیغی خدمات کا زمانہ مامون الرشید کے عہد سے شروع ہوتا ہی" لیکن درحقیقت اس کا زمانہ مامون سے بہت پہلے شروع ہوچکا تھا، خلیفہ منصور جس کا زمانہ مامون سے بہت پہلے تھا وہ بھی اسی فیاضی اور بے تعصبی کے ساتھ

---

[1] مسٹر آرنلڈ نے بلاذری صفحہ ۴۳۱ کا حوالہ دیا ہی لیکن ہمارے پاس بلاذری مطبوعہ یورپ کا جو نسخہ ہی اسکے صفحہ ۴۳۰ مین اس واقعہ کا ذکر ہی، کتاب کی متعلق عبارت کے اقتباسات حسب ذیل ہین، (وکان مع کسر تیہ المخبول الیھم یکاتبھم بالدعاء الی الاسلام والطاعۃ والترغیب فیھما × فلما بلغھم حسن نظر اسلام تخفوا الی مدینۃ السلام [2] دعوت اسلام صفحہ ۱۰۰ و ۱۰۱

اسلام کی اشاعت کرتا تھا، جس کا سہرا مسٹر آرنلڈ نے مامون کے سر پر باندھا ہی، جیورجیس بن بختیشوع جو منصور کا طبیب خاص تھا، منصور اُسکی اور اسکے ساتھ اسکے مذہب کا نہایت احترام کرتا تھا، ایک بار منصور نے اسکے پاس ہدیۃً تین رومی لونڈیان اور ۳ ہزار اشرفیان بھیجین، جیورجیس نے انکو فوراً واپس کردیا، منصور نے وجہ پوچھی تو کہا کہ "ہم عیسائی لوگ ایک عورت سے زیادہ نہین رکھ سکتے"، اس مذہبی پابندی سے منصور کے دل مین جیورجیس کی وقعت اور زیادہ ہوگئی، اور جیسا کہ علامہ جمال الدین قفطی نے لکھا ہی اسکو اپنے حرم مین آنے کی اجازت دی، جیورجیس بیمار ہوا تو منصور نے اسکو دار العامہ مین اٹھوامنگوایا اور پاپیادہ اسکی عیادت کو گیا، جیورجیس نے کہا کہ "اگر امیر المومنین اجازت عنایت فرماتے تو مین اپنے وطن کو جاتا، اپنے اہل و عیال کو دیکھتا، اور اپنے باپ دادا کے ساتھ دفن ہوتا" منصور نے کہا "خدا سے ڈر اور اسلام قبول کر، مین تیرے لئے جنت کی ضمانت کرتا ہون"، جیورجیس نے کہا "مین اپنے آبا و اجداد ہی کے ساتھ رہنا چاہتا ہون، چاہے جنت ہو یا دوزخ"، اس پر منصور بے اختیار ہنس پڑا[۱]،

منصور کے بعد اس کا بیٹا مہدی اشاعت اسلام مین نہایت نامور ہوا، اُسکے ہاتھ پر بڑے بڑے امراد سلاطین اسلام لائے، اور قوم کی قوم اسلام کے دائرہ مین داخل ہوئی، جیغویہ خرلخی جو ایک ترکی بادشاہ تھا اسی کے ہاتھ پر اسلام لایا، چنانچہ مورخ یعقوبی ایک ضمنی موقع پر لکھتا ہی،

وکان جبغویہ هنا قد اسلم علی ید المہدی[۲] — اور یہ جیغویہ مہدی کے ہاتھ پر اسلام لایا،

قنسرین مین ابتداہی سے عرب کا ایک قبیلہ تنوخ آباد ہوگیا تھا، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے قنسرین کو فتح کیا تو اس قبیلہ کے بہت سے لوگ اپنے قدیم عیسائی مذہب پر قائم رہے، لیکن ان لوگون مین بھی ایک جماعت نے مہدی کے زمانہ خلافت مین اسلام قبول کرلیا اور مہدی نے اُنکے ہاتھون پر سبز رنگ سے "قنسرین" کا لفظ لکھدیا[۳]، تاریخ یعقوبی مین ہی کہ مہدی جب بیت المقدس کی

۱ مختصر الدول مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۱۵، ۲ تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۰۲، ۳ فتوح البلدان مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۵۲،

واپسی کے بعد چند قنسرین مین آیا تو قبیلہ تنوخ نے اسکے سامنے ہدیئے پیش کئے، اور کہا کہ اے امیر المومنین ہم آپ کے ماموں ہین" مہدی نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین؟ لوگون نے کہا کہ "یہ قبیلہ تنوخ کے لوگ ہین انکا سلسلہ نسب قضاعہ کے ساتھ ملتا ہی، ان لوگون کی تعداد بہت زیادہ ہی لیکن سب کے سب عیسائی ہین"، مہدی نے کہا کہ "اب مین تمہارے رشتہ کو پسند نہین کرتا" سوء اتفاق سے جن لوگون نے اسلام قبول کرلیا تھا ان مین ایک شخص مرتد ہوگیا، اور مہدی نے اُسکی گردن مروادی، اب خوف کے مارے بقیہ لوگ اسلام پر قائم رہے[۱]،

مہدی کے بعد خلیفہ مامون الرشید نے بحث و استدلال کے ذریعہ سے جس طرح اشاعت اسلام کی یعنی جسطرح مناظرہ کی مجلسین منعقد کرکے غیر مذہب والون کے سامنے عقائد اسلام کی حقانیت ثابت کرکے انکو اسلام کی طرف مائل کیا، وہ تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہی، اسلئے ہم اُسکی تفصیل کی ضرورت نہین سمجھتے لیکن ملکی حیثیت سے بھی اُسکے زمانہ مین اسلام نے بہت کچھ وسعت حاصل کی، اور بڑے بڑے امراء و سلاطین نے اسکے ذریعہ سے خدائے قدوس کے آگے سر جھکایا، جس زمانہ مین وہ سغد، اشروسنہ اور فرغانہ پر فوجین بھیج رہا تھا، ساتھ ساتھ وہان کے لوگون کو خط کتابت کے ذریعہ سے اسلام کی طرف بھی مائل کرتا جاتا تھا، ان ممالک مین اشاعت اسلام کا ایک اتفاقی سبب اور بھی پیدا ہوگیا یعنی ایک واقعہ کے اثر سے حیدر کاوس شاہ اشروسنہ کا بیٹا مسلمان ہوکر بغداد چلا آیا اور مامون کو اشروسنہ پر آسانی کے ساتھ حملہ کرنے کی تدبیرین بتائین، مامون نے احمد بن ابی خالد الاحول الکاتب کو ایک فوج گران کے ساتھ اشروسنہ کیطرف روانہ کیا، کاؤس کو خبر ہوئی تو اس نے نہایت سرگرمی کے ساتھ مدافعت کی تیاریان کین لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھائی اور بغداد مین آکر اسلام قبول کرلیا، مامون نے اسکو اپنے ملک کا بادشاہ بناکر واپس کردیا، اسی طرح خراسان مین جو عمال تھے انکو برابر لکھتا رہتا تھا کہ ماوراء النہر کے جو لوگ مسلمان نہین ہوئے ہین،

۱ تاریخ یعقوبی مطبوعہ یورپ صفحہ ۴۸۰،

انکو اسلام کی طرف مائل کرین، چنانچہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے تھے، بیت المال سے انکو وظیفہ دیا جاتا تھا، اور جو لوگ مشرف باسلام ہوکر دربار خلافت مین حاضر ہوتے تھے، وہ صلہ و جائزہ سے مالا مال کر دیئے جاتے تھے،[۵۱]

ترکستان کے متصل اور جو ممالک تھے، مامون نے ان مین بھی بہت کچھ اسلام کی اشاعت کی چنانچہ تبت کا بادشاہ مسلمان ہوکر مامون کی خدمت مین حاضر ہوا اور ایک سونے کا بُت پیش کیا جو جواہرات سے مرصع کر کے تخت زرین پر بٹھایا گیا تھا، مامون نے اس بُت کو کعبہ مین بھیجدیا تاکہ عام طور پر یہ اعلان ہو جائے کہ شاہ تبت کو خدا نے ہدایت دی،[۵۲]

مامون کے بعد اور تمام خلفاء نے اس نیک کام کو جاری رکھا، خلیفہ معتصم نے اپنی تمام فوجی طاقت کا رُخ ماوراء النہر، سغد، اشروسنہ، فراغنہ اور ساس کی طرف کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس اطراف کے تمام سلاطین اُس کے مطیع ہو گئے، اور وہان کے تمام لوگون نے اسلام قبول کر لیا، اور مسلمان ہوکر ترکون کے مقابل مین اسلام کے پرجوش سپاہی بن گئے،[۵۳]

خلیفہ متوکل باللہ کے زمانہ مین بھی اشاعت اسلام کو بہت ترقی ہوئی، چنانچہ بغا جو متوکل کیطرف سے آرمینیہ، آذربائجان اور شمشاط کا گورنر تھا، اُس نے متوکلیہ کے نام سے ۲۴۰ھ مین ایک مستقل شہر آباد کیا، اور اس مین خاص طور پر اُن ترکون کو آباد کیا جو اسلام کی طرف مائل تھے،[۵۴]

خلیفہ قاہر باللہ اشاعت اسلام کا اسقدر شائق تھا کہ (بروایت ابو الفرج ملطی) جب اپنے دربار کے مشہور طبیب سنان بن ثابت کو بطیب خاطر اسلام کی طرف مائل نہ کر سکا تو اسکو دھمکیان دین اور وہ خوف کے مارے مسلمان[۵۵] ہو گیا، لیکن ابتک ان کوششون کا مظہر صرف ایشیا تھا، یورپ توحید کی صدا سے بالکل خالی تھا، لیکن خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ مین بزغستان یورپ کے مذہبی جمود مین بھی

---

۵۱ فتوح البلدان صفحہ [illegible]، ۵۲ تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ [illegible]، ۵۳ فتوح البلدان صفحہ [illegible]، ۵۴ فتوح البلدان صفحہ [illegible]، ۵۵ مختصر الدول صفحہ [illegible]،

آفتاب اسلام کی شعاعون نے حرارت اور حرارت کے ساتھ حرکت پیدا کی، چنانچہ شاہ بلغار اپنے تمام خاندان کے ساتھ مسلمان ہو گیا، اور مسلمان ہونے کے بعد خلیفہ مقتدر باللہ سے نماز اور شرائع اسلام کی تعلیم کے لئے ایک آدمی طلب کیا، قاصد نے آکر درخواست کی تو مقتدر نے احمد بن فضلان کو اس غرض کے لئے روانہ کیا، احمد بن فضلان نے اس مقدس سفر کے واقعات کو مختصر طور پر ایک رسالہ کی صورت مین جمع کر دیا ہی، چونکہ اس سے داعیان اسلام کی مذہبی سرگرمی، شاہ بلغار کے مذہبی شوق و شغف، اور جوش اسلام کا اندازہ ہوتا ہی، اسلئے ہم اس سفرنامہ کے بعض اقتباسات درج کرتے ہین، وہ لکھتے ہین،

"جب المس بن شلکی بلطوار شاہ صقالبہ نے ایک خط کے ذریعہ سے امیر المومنین مقتدر باللہ سے درخواست کی کہ وہ ایک ایسے شخص کو روانہ فرمائے جو اسکو شرائع اسلام کی تعلیم دے، اُسکے لئے مسجد بنائے اور ایک منبر قائم کرے، جس پر کھڑے ہوکر تمام شہر اور تمام ملک کو وہ اسلام کی دعوت دے سکے، اور ایک ایسا قلعہ بنوادے، جس مین محصور ہوکر وہ تمام مخالفین اسلام سے محفوظ رہ سکے، تو امیر المومنین نے اسکی یہ درخواست قبول کی، × × اور ہم بغداد سے ۱۱ صفر ۳۰۹ھ کو روانہ ہوئے، جب ہم اسقدر قریب پہونچ گئے کہ صقالبہ کا ملک صرف ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر رہ گیا، تو اس نے ہمارے استقبال کے لئے چار بادشاہون کو جو اُسکے محکوم تھے اور اپنے بھائیون اور بیٹون کو روانہ کیا، جب اس کا ملک صرف دو فرسنگ رہ گیا تو بادشاہ نے خود استقبال کیا اور ہمکو دیکھکر سجدۂ شکرانہ ادا کیا، اُسکی آستینون مین درہم تھے جنکو اُس نے ہم پر نچھاور کئے، اور ہمارے لئے خیمے نصب کرائے جس مین ہم لوگ اترے، ہم ۱۲ محرم ۳۱۰ھ کو اتوار کے دن پہونچے تھے اور بدھ تک انھی خیمون مین قیام کیا اور اس زمانہ قیام مین اُسکے ملک کے بادشاہ اور اُسکے خواص قرآن مجید سننے کے لئے حاضر ہوئے، جمعرات کے دن ہم نے اسکو سیاہ کپڑا پہنایا اور اُسکے سر پر

عمامہ باندھا اور خلیفہ کا خط سنایا، وہ اس حالت مین ادب سے کھڑے ہوکر سنتا رہا، پھر ہم نے وزیر حامد بن عباس کا خط پڑھا، اس نے اسکو بھی کھڑے ہوکر سنا، اسکے بعد اسکے رفقا نے ہم پر درہم نچھاور کیے، ہم بھی جو ہدیے لائے تھے اُسکے سامنے پیش کیا، اور پھر حسب دستور اسکی بی بی کو جو اُسکے بائین جانب بیٹھی ہوئی تھی خلعت پہنایا، پھر ہم اُسکے خیمے مین آئے جسمین سلاطین اُسکے بائین جانب بیٹھے ہوئے تھے، ہم کو حکم ہوا کہ بائین جانب بیٹھ جائین، اُسکے بچے اسکے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، اور وہ تنہا تخت پر جس پر دیبائے رومی بچھا ہوا تھا بیٹھا ہوا تھا، اسکے بعد اُسنے دسترخوان طلب کیا اور سب نے اس ملک کے دستور کے موافق کھانا کھایا، × ہمارے آنے سے پہلے اسکے یہان یہ خطبہ پڑھا جاتا تھا "اللھم اصلح الملک بلطوار ملک بلغاد" لیکن مین نے کہا کہ "بادشاہ صرف خدا ہی، کسی کے لئے یہ جائز نہین کہ اس نام کے ساتھ خطبہ پڑھے بالخصوص منبر پر، خود آپ کے مولا امیر المومنین نے یہ وصیت کی ہی کہ اُنکے نام کا صرف یہ خطبہ پڑھا جائے "اللھم اصلح عبدک جعفر خلیفتک" اس نے کہا "تو پھر کیا صورت اختیار کی جاے" مین نے کہا کہ "صرف آپ کا اور آپکے باپ کا نام لیا جائے"، اُس نے کہا کہ "میرا باپ کافر تھا اور مین خود یہ نہین پسند کرتا کہ میرا وہ نام جو ایک کافر نے رکھا تھا خطبہ مین لیا جائے، لیکن میرے مولا امیر المومنین کا کیا نام ہی؟ مین نے کہا "جعفر" تو اُس نے کہا کہ "مین بھی یہی نام رکھتا ہون" چنانچہ یہی نام خطبہ مین لیا جانے لگا[1]،

ان واقعات کے پیش نظر ہو جانے کے بعد کون کہہ سکتا ہی کہ خلفائے عباسیہ نے اپنی زندگی صرف عیش و عشرت کے نذر کردی تھی اور اسلام کی حقیقی خدمات کو بالکل بھول گئے تھے۔

[1] معجم البلدان ذکر بلغار، اس سفرنامہ مین بہت سی دور از کار باتین بھی درج ہین، لیکن جو معقول باتین ہین انکے صحیح تسلیم کرنے مین کیا کلام ہو سکتا ہی،

فنِ مُطالعہ

تحریر: صاحبزادہ ظفر حسن خان ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول امروہہ

صاحبزادہ صاحب کے تعارف مین اتنا ہی کہنا کافی ہی کہ وہ ہمارے اخوان الصفا کے ممبر ہین، اور انکو فلسفیات سے فطری ذوق ہی، ذیل کے مضمون مین وہ مطالعہ کے اُصول بتاتے ہین، آرام پسندی اور راحت طلبی نے مقالات علمی اور مضامین دقیقہ کا ذوق فہم مفقود کردیا ہی اور ہر طرف سے صرف ادبی مضامین اور لائٹ لٹریچر کی طلب اور مانگ ہی، ہم بیمار ہین لیکن دوائین نہین چاہتے، خوش رائحہ پھول، اور خوشگوار ہوا پر زندہ رہنا چاہتے ہین، مضامین و رسائل سے ہمکو فائدہ اور زیادتِ علم مطلوب نہین، صرف لُطفِ صحبت، اور سامانِ تفریح درکار ہی، ذیل کے مضمون مین وہ پڑھینگے کہ ترقی یافتہ قومون مین مضامین و رسائل، کُتب تالیفات کس طرح پڑھی جاتی ہین، اور انکے مطالعہ کا کیا اُصول ہی، فھل من مدکر،

جہان اہل زمانہ کو زمانہ کی اور شکایات ہین، وہان ایک یہ بھی ہی کہ اب اگلے سے لوگ پیدا نہین ہوتے، اگلے سے عالم، اگلے سے صناع، دیکھنے کو نصیب نہین ہوتے، صدیان گذر گئین لیکن **ارسطو** جیسا شخص نہ پیدا ہونا تھا نہ ہوا، **سقراط** نے دوبارہ جنم نہین لیا، **مانی و بہزاد** کا کوئی ہمسر نہ ہوا، ہر فن کے ماہر جو ازمنہ ماضیہ مین ہوے وہ پھر نہوئے، یہ کیون؟

اس سے کسکو انکار ہو سکتا ہی کہ فی زمانہ علم و فن کا جو چرچا ہی، وہ زمانہ قدیم مین نہ تھا، پہلے علم اگر خواص کا حصہ تھا تو اب عوام کی میراث ہی، جس کا لازمی اثر یہ ہی کہ ہر شخص اپنے تئین فلاطونِ وقت اور اقلیدس ثانی گردانتا ہی، لیکن اصل یہ ہی کہ اگر کسی تدبیر سے تمام دنیا کے بر خود غلط افلاطونون اور اقلیدسون کو یکجا کرکے مقطر کیا جائے تو شائد حقیقی افلاطون یا اقلیدس کی ایک فرد بھی تیار نہ ہو سکے،

لیکن انسان وہی، اُس کا دماغ وہی، دماغ کے قوٰی وہی، پھر کونسی کمی ہی، کس چیز کی کمی ہی جو ہمارے ذہنون کی وہ کیفیت نہین، **مقولات عشر** کے مقابلہ کی تصنیف کیون نہین ہو سکتی، **جمہوریت** کا جواب کیون نہین دیاجاتا، **مکالمات** کے جوڑ کی کتاب کیون نہین لکھی جاتی[1]؟

ان سوالات کا حل اس حقیقت کے اندر ہی کہ جملہ قوٰی، کیا جسمانی اور کیا ذہنی، ورزش سے ترقی پاتے ہین، ان پر جتنا زور پڑتا ہی، اُتنے ہی ترقی پکڑتے جاتے ہین، ہر قسم کی ترقی ذاتی ریاضت کا ثمرہ ہی، کوئی پہلوان، فقط اُستاد کی شفقت وحُسن تعلیم سے سینڈو نہین ہوسکا، تاوقتیکہ خود جسمانی ورزش کے ارکان، تمام وکمال، حسب ہدایت وقواعد بالمرہ بجا نہ لائے،

بعینہ یہی حال دماغ کا ہی، مدرسین کا درس، پروفیسرون کے لکچر دماغ کو انتہائی نقطہ ترقی تک نہین پہونچا سکتے، وہ فی الجملہ معین ترقی ہو سکتے ہین لیکن اصلی ترقی خود محنت کئے بغیر ممکن نہین، تعلیم بے تعلّم بیکار ہی، ذہنی دنیا کے کارنامے تمامتر مطالعہ وتعلّم کا نتیجہ ہین اور آجکل اسی کی کمی ہی،

"مطالعہ کی کمی" سے "کتابون کے پڑھنے والون کی کمی" مراد نہین، آج جس کثرت سے کتابین موجود ہین، اسی کثرت سے اُنکے پڑھنے والے بھی ہین، لیکن جسطرح دنیا مین مفید کتابین نہایت قلیل التعداد ہیں، اسی طرح باقاعدہ مطالعہ کرنے والے بھی نہایت قلیل التعداد ہین، اور حقیقی متعلمین کی قلت کے اندر مثالی لوگون کے فقدان کا راز مضمر ہی، اسلئے کہ جب ارسطو بننے کے اسباب ہی جمع ہونگے تو ارسطو کہان سے پیدا ہوجائیگا، ارسطوئیت کی مایۂ خمیر مطالعہ وفکر ہی ہی، پس جب سرے سے یہی ناپید ہی

الغرض فن مطالعہ کی اہمیت محتاج بیان نہین، اور اس موضوع پر کماحقہ بحث کرنے کے لئے ارسطاطالیس جیسے شخص کا قلم درکار تھا، لیکن یہ امر عجائب روزگار سے ہی کہ اس نے فنِ مطالعہ پر ایک حرف نہین لکھا، حالانکہ فنون موجودہ مین کو نسا فن ہی جسکی ابتدائی تدوین کا سہرا ارسطاطالیس کے

[1] ارسطو کی چند کتابون کے نام،

سر نہ ہو؟ فی الحقیقت یہ ایسی عظیم الشان فروگذاشت ہی جسکی معافی بارگاہِ علم سے اسکو کبھی نہین ملسکتی،

ماہرین فنِ تعلیم نے فنِ مطالعہ پر بہت کچھ لکھا ہی لیکن وہ تمامتر ضمنی بحث ہی جو فنِ مطالعہ کو فنِ تعلیم کے تابع تصور کرکے کی گئی ہی، پرانی مکتبی ہدایت ہی کہ "سبق سے پہلے مطالعہ کر لیا کرو" ماہرین تعلیم کی ساری بحثین اسی دقیانوسی ہدایت کی عالمانہ پیرایہ مین تفصیل ہی،

لیکن ہم فنِ مطالعہ کے موضوع بحث کو تعلیمات سے بالکل جدا و مستقل میدان دینا چاہتے ہین مطالعہ سے ہمارا مفہوم ہی "تحصیلِ علم بلاامداد غیرے"، مطالعہ ذہن کا ایک فعل ہی، جسکے اندر متعلم کے ذاتی ارادہ کے سوا کسی خارجی تصرف، مثل تعلیم معلم یا تفہیم مدرس کا شائبہ نہین، کتاب، طالب العلم کا دماغ اور دماغ کا وہ فعل جسکو مطالعہ کہتے ہین "تعلیم" کے برخلاف "تعلّم" کے اجزاے ترکیبی ہین، تحصیل علم، انسان دو طریقہ سے کرسکتا ہی، دوسرون کی امداد سے، بالواسطہ یا دوسرون کی مدد کے بغیر بلا واسطہ براہِ راست، مطالعہ آخر الذکر سے عبارت ہی، اسکی حد وہان سے شروع ہوتی ہی، جہان اول الذکر کی ختم ہوتی ہی، یعنی صحیح معنی مین مطالعہ کا وقت اسوقت سے شروع ہوتا ہی، جب طالب العلم مکاتب و مدارس کی درسی تعلیم سے فارغ اور نصاب مقررہ کی بندش سے آزاد ہوکر، یکہ وتنہا کتابون کی طرف متوجہ ہوتا ہی، علم کی طلب صادق مطالعہ کی جان ہی نہ کہ جبری نوشت وخواند،

فن مطالعہ کی علمی یا اصطلاحی حیثیت سے تدوین کے لئے، علم النفس کی طرف رجوع کرنیکی ضرورت ہی، اسلئے کہ اصولِ مطالعہ کا استنباط، براہِ راست اُن معلومات سے کیا جاسکتا ہے جو قوائے ذہنیہ کی نسبت ہمکو حاصل ہین، توجہ، تعقل، تحفظ کے نسبت نفسیاتی تحقیقات، اصول مطالعہ کی بنیاد وماخذ ہین، لیکن اس قیاسی طریق تحقیق سے شائد یہ طریقہ زیادہ مناسب ہی کہ مشاہیر علما کے خیالات ومقولات کو یکجا کرکے موازنہ ومقابلہ کیا جائے، اور ان ہدایات کثیرہ سے صرف وہ اصول مشترکہ اخذ کرلئے جائین جنکی صحت وجواز کا فتوٰی علم النفس سے مل جائے،

اس مین شک نہین کہ مطالعہ، بہ مفہوم مقررہ کتابون کے وجود کو مستلزم ہی، جب خیالات نے تحریر کا جامہ پہن لیا تو مطالعہ کی ابتدا ہوئی، اس سے پہلے مطالعہ کا وجود، اگر اسکو مطالعہ کہا جائے، تھا تو سادہ ترین شکل مین تھا، استاد طول طویل عبارتون کے حافظ ہوتے تھے اور شاگرد توجہ کے ساتھ سُنتے تھے اور رفتہ رفتہ جو کچھ کان مین پڑتا از بر ہو جاتا تھا، بہت سی باتون کا علم سینہ بہ سینہ اسی طرح چلا آتا تھا،

"فن مطالعہ" کی ابتدا ڈیماستھنیس[1] سے ہوتی ہی، اس نے اگرچہ اس موضوع پر کوئی رسالہ نہین لکھا، لیکن تاریخ نے اسکے عمل کو محفوظ رکھا ہی، اور اس کا ذکر فائدہ سے خالی نہین، لکھا ہی کہ دنیا کا یہ سب سے بڑا خطیب فصاحت کی تعلیم سے جو وقت بچتا تھا کتب بینی پر صرف کرتا تھا، مورخ تھیوسڈائیڈیز[2] کے ساتھ اُسکے شغف کا یہ عالم تھا کہ تمام مجلدات اپنے ہاتھ سے آٹھ مرتبہ نقل کئے، یہان تک کہ انکا حافظہ ہو گیا، اس طریق مطالعہ کی تنقید آگے آئیگی، اس مقام پر ڈیماستھنیس کے عمل کی نسبت دو امر ذہن نشین کر لینا چاہیئے،

(۱) مصنف واحد کو مرکز بنا لینا اور ذہنی غذا تمامتر اسی سے حاصل کرنا،

(۲) متواتر کتابت، حتی کہ کتاب حرف بہ حرف یاد ہو جائے،

سسرو[3] اور کوئنٹیلین[4]، خطابیات کے جید عالم ہین، انھون نے اپنی تصنیفات مین مطالعہ سے تفصیلی بحث کی ہی کہ متعلم خطابیات کو کیا پڑھنا چاہیئے، اور یہ کہ اس سے کیا کیا فوائد متصور ہین، اخیر مین کتابون کی طویل فہرست ہی، اور ہر کتاب کے فوائد جداگانہ مذکور ہین، لیکن اسکی تفصیل فضول

---

[1] پیدائش ۳۸۴ قبل مسیح، وفات ۳۲۲ قبل مسیح، یونان کا مشہور و معروف مدبر و خطیب، [2] تھیوسڈائیڈیز (۴۷۱ تا ۴۰۱ ق-م) مشہور عالم یونانی مورخ، [3] مارکس ٹلیس سسرو (۱۰۶ تا ۴۳ ق-م) اطالوی خطیب، اسکی تقریرین ڈیماستھنیس کے مقابلہ مین قابل مطالعہ ہین، سسرو نے بروٹس اور فصیح کے عنوان سے فن خطابت پر ایک عجیب و غریب رسالہ مکالمہ کے پیرایہ مین لکھا ہی، [4] پیدائش ۳۵ء، وفات ۹۵ء، اطالیہ کا عالم خطابیات، فن خطابت پر جس استیعاب کے ساتھ کوئنٹیلین نے بحث کی ہی آج تک کسی نے نہین کی۔

معلوم ہوتی ہی، لہذا قلم انداز کی جاتی ہی،

ان کے بعد، فن مطالعہ کے تاریخی سلسلہ مین بیکن[1] کا نام آتا ہی، اس نے "مطالعہ" پر ایک جامع مضمون لکھا ہی، جسمین کُتب بینی کے تین مقصد قرار دیئے ہین، تفریح، زبان کی درستی و آراستگی، توسیع معلومات،

آگے چل کر کہتا ہی، "مباحثہ و مناظرہ کے واسطے کتابین نہ پڑھو، ہر بات پر ایمان لے آنے کیلئے پڑھو، اور نہ اسلئے کہ باتین چھانٹو اور گپین اڑاؤ بلکہ اسلئے کہ غور و فکر کرو"،

اسی مضمون مین بیکن نے مختلف فنون کے مختلف مفاد و اثرات گنائے ہین، تاریخ کے مطالعہ کا ذہن پر کیا اثر ہوتا ہی، ریاضی کا کیا فائدہ ہی، منطق کا کیا، اخلاقیات کا کیا، علوم طبعیہ کا کیا، شاعری کا کیا، لیکن ہمارے نزدیک یہ بحث فن تعلیم کا جز ہی، فن مطالعہ کے موضوع سے ایک دور کا رشتہ ہی اور بس،

بیکن نے سچ کہا ہی کہ محض مطالعہ کافی نہین، تجربہ بھی کوئی چیز ہی، مطالعہ و تجربہ باہمدگر متمم و مکمل ہین، مطالعہ بے تجربہ اور تجربہ بے مطالعہ ناقص و ہیچ ہین، انسان کی چھوٹی سی زندگی کے تجربات کی وسعت اُسقدر نہین ہو سکتی کہ مطالعہ سے بے نیاز کر دے، بسا اوقات چند ورق کا مطالعہ سالہا سال کے تجربہ سے زیادہ وزن رکھتا ہی، ڈارون کی "آریجن آف اسپیشیز" (اصل الانواع) کا مطالعہ، بالاستیعاب ایک ہفتہ کے اندر کر سکتے ہو، لیکن کوئی خود مصنف کے دل سے پوچھے کہ وہ اُسکی ساری عمر کی کمائی ہے،

شائد "اصل الانواع" جیسی معرکۃ الآرا کتاب کے متعلق ہی بیکن کی ہدایت ہی کہ "خوب چبا کر ہضم کرو" یعنی غور و توجہ کے ساتھ پڑھو، بہت سی کتابین ایسی ہین جنکو چکھ کر چھوڑ دینا چاہیئے یعنی ادھر اُدھر سے پڑھ کر بالائے طاق رکھدینا چاہیئے، بعض کو سموچا نگل جانا چاہیئے، یعنی پڑھنا تو چاہیئے لیکن یون ہی

---

[1] فرانسس بیکن ۱۵۶۱ء تا ۱۶۲۶ء انگلستان کا مشہور حکیم، مضمون نگار اور مدبر،

سرسری طور پر، افسوس ہی کہ بیکن نے ہمکو مثالین دیکر نہین سمجھایا ہی کہ کونسی کتابین صرف چکھ لینے کی قابل ہین، کونسی نگل لینا چاہئین، اور کونسی چبا کر ہضم کرنا چاہئین،

تاریخ نے ڈیماستھنیس کے عمل کی طرح، مطالعہ کے متعلق، ہابس[1] کا قول بھی محفوظ رکھا ہی، یہ حکیم بیکن کا محب خاص و ہمعصر تھا، کہا کرتا تھا کہ اگر مین دوسرونکی طرح بہت کچھ پڑھتا تو انکی طرح جاہل بھی رہتا، لیکن کیا اسکے یہ معنی ہین کہ ہابس نے کچھ پڑھا ہی نہ تھا؟ واقعہ یہ ہی کہ قدما کو ہابس نے خوب پڑھا تھا، اسکی تصنیفات علانیہ شاہد ہین کہ حکمائے ماسبق کا مطالعہ بہ غور کیا تھا، خیر یہ سوال خارج از بحث معلوم ہوتا ہے بہرطور یہ مقولہ فن مطالعہ کی بحث کے سلسلہ مین قابل الذکر ضرور ہی اسلئے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے، عالی دماغون کے درمیان اس موضوع پر کسقدر اختلاف آرا ہی، چنانچہ:

ملٹن[2]، ہابس کا عکس ہی، وہ بڑا پڑھنے والا اور نہایت وسیع النظر شخص تھا، اور طالبان علم کیلئے اسکی نصیحت تھی کہ ہر فن پر جتنی کتابین ممکن ہو پڑھو، تعلیم پر ملٹن نے ایک رسالہ لکھا ہی، اس مین صورت و معنی کی تمہیدی بحث کے بعد ایک طویل فہرست دی ہی، جسمین ہر فن کی کتابین مندرج ہین اور جس کو پڑھتے پڑھتے طبیعت اُکتا جاتی ہی، چہ جائیکہ اس پر عمل درآمد،

تاریخی حیثیت سے ملٹن کے بعد لاک[3] کا نمبر ہی، لاک بھی ہابس کی طرح معدودے چند کتابون کے پڑھنے کا مدعی تھا، اُس نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہی جس کا نام "کنڈکٹ آف انڈر اسٹینڈنگ" (استعمال عقل) یہ رسالہ اُسکے فلسفیانہ عقائد کا گویا خلاصہ ہی، اس مین اُس نے "کتب بینی" کے عنوان سے ایک باب باندھا ہی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہی،

"کتب بینی کا یہ منشا نہین کہ حافظہ معلومات سے لبریز ہو جائے، بلکہ یہ کہ ہماری عقل کو ترقی ہو، اس بنا پر ہمکو

---

[1] طامس ہابس (۱۵۸۸ء — ۱۶۷۹ء) انگلستان کا مشہور و معروف فلاسفر، جب انگلستان مین بڑے زور شور سے طاعون پھیلا ہے تو لوگون کا خیال تھا کہ یہ ہابس کی ملحدانہ تعلیم کا وبال ہی، اگر بادشاہ کے زیر امان نہ ہوتا تو شاید لوگ اسکو مار ڈالتے، [2] جان ملٹن (۱۶۰۸ء — ۱۶۷۴ء) انگلستان کا بے نظیر شاعر، [3] جان لاک (۱۶۳۲ء — ۱۷۰۴ء) انگلستان کا مشہور فلسفی، فلسفہ مین لاک کا رسالہ مسمی بہ "ہیومن انڈر اسٹینڈنگ" (فہم انسانی) ایک نہایت معرکۃ الآرا کتاب ہی،

چاہئے کہ الفاظ سے قطع نظر کر کے معانی کو ملحوظ رکھین، مباحث کے باہمی تعلق کا ادراک کرین، کہ کون کون خیالات موضوع بحث کے متعلق ہین، اور کون غیر متعلق، اصلی سوال ہر وقت پیش نظر رہنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ دلائل کن مقدمات پر مبنی ہین، انکی بنیاد پختہ ہی یا کمزور، ہر بحث کی تہ مین چند حقائق یا مفروضات ہوتی ہین جنکی پردہ دری ہر طالب العلم کا فرض عین ہے"

اخیر مین لکھتا ہی:

"بلاشبہہ یہ طریق مطالعہ دیر طلب اور مشقت انگیز ہی لیکن اسکے ساتھ ہی دماغ کی مفید ترین ورزش ہے، مشق ہو جانے پر طالب العلم ایک نظر مین ادلہ کی صحت و حقیقت دریافت کر سکتا ہی اور تمام درمیانی سلسلہ کو چشم زدن مین عبور کر جاتا ہی، ابتداءً منزل کٹھن معلوم ہوتی ہی لیکن بعد ازان مطالعہ سے زیادہ کوئی شے خوشگوار نہین معلوم ہوتی"۔

لاک کی رائے قابل ستائش سہی لیکن کیا ہر حال مین اس پر عمل کیا جا سکتا ہی؟ وہ کہتا ہی کہ ان اساسی مقدمات کا سراغ لگاؤ جن پر دلائل مذکورہ مبنی ہین، ظاہر ہی کہ یہ طریق مطالعہ صرف ان کتابون کا ہو سکتا ہی جن کا موضوع بحث عقلیات ہی لیکن کیا ادبیات و فنون لطیفہ وغیرہ کے مطالعہ کے لئے یہ طریقہ موزون ہوگا؟ "**الکلام**"[1] کو لاک کے حسب ہدایت مطالعہ کیا جا سکتا ہی، اسکے مباحث پرکھے جا سکتے ہین، دلائل کی کھوٹ دریافت کیجا سکتی ہی لیکن کیا "**فسانہ آزاد**"[2] کو بھی تم اسی طرح پڑھوگے؟

اصل یہ ہی کہ لاک نے تصویر کے دوسرے رُخ کو نظر انداز کر دیا ہی، اسکی ہدایت عامۃً واجب التعمیل نہین ہو سکتی، فلسفہ کا مطالعہ لاک کی ہدایت کے بموجب کیا جا سکتا ہی لیکن ادب وغیرہ کے مطالعہ کے لئے دوسرے ہادی کی طرف رجوع کرنا پڑیگا، اور یہی نہین کہ یہ طریقہ ہر فن کی تحصیل کے ساتھ نبھہ نہین سکتا بلکہ ایک خرابی اور ہی، وہ یہ کہ تبدی فن کے بس کا نہین، علمائے فن لاک کے

---

[1] الکلام مصنفہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم، [2] فسانہ آزاد، مصنفہ رتن ناتھ سرشار،

ہدایت کے بموجب اُس فن کا مطالعہ کرسکتے ہین لیکن غور کرو کہ آیا ایک بیچارے مبتدی محض کیلئے اس فن کے مباحث کی تنقید، دلائل کی صحت وعدم صحت کی تحقیق کوئی آسان بات ہے؟

فنِ مطالعہ پر اسحاق وٹیس[۵۷] نے جس استیعاب کے ساتھ بحث کی ہی، اسکی نظیر فن مطالعہ کی تاریخ مین نہین ملتی، وٹیس لاک کا شاگرد رشید تھا، اور دیگر اُمور کے ساتھ مطالعہ کے متعلق بھی اُس کا ہم عقیدہ تھا، اسکے نزدیک مطالعہ کے مفہوم کے اندر "غور وفکر" اور "جملہ قوائے ذہنیہ" کا باقاعدہ استعمال داخل ہی، "ترقی ذہن" (امپرومنٹ آف مائنڈ) کے نام سے اسحاق نے ایک رسالہ لکھا ہی، جسکو "تحصیل علوم" و "تعلیم علوم" کے عنوان سے دو فصلون پر تقسیم کیا ہی، ہر فصل متعدد ابواب پر مشتمل ہی، جن مین مشاہدہ، مکالمہ، مطالعہ وغیرہ پر تفصیلی بحثین ہین، "مطالعہ" پر وٹیس کے خیالات کی فہرست حسب ذیل ہی:

۱- انتخاب کتب، فن مطالعہ کا ایک اہم مسئلہ ہی،

۲- اہم کتابون اور مسلسل رسالون کو ابتداءً سرسری طور سے پڑھنا چاہیئے، سرسری طور سے پڑھنے کا طریقہ یہ ہی کہ:

(۱) اول دیباچہ کو غور سے پڑھا جائے، اور پھر کتاب کے ابواب پر گہری نظر ڈالی جائے، پھر تمام کتاب کو پڑھ جانا چاہیئے، اس سے تم کو کتاب اور مصنف کتاب کی قدر وقیمت کا اندازہ ہوجائیگا،

(۲) پڑھتے وقت ان مقامات پر نشان کرتے جاؤ جو تمہاری سمجھ مین نہ آئین،

(۳) مشکلات موضوع کو اول دفعہ ہی حل کرنے کی کوشش نہ کرو، اسلئے کہ ان مین بہت سی باتین آگے چل کر از خود حل ہوجائینگی، پہلے باب کی پیچیدگیان دوسرے باب کے مطالعہ کے بعد، دوسرے کی تیسرے کے مطالعہ کے بعد اکثر رفع ہوجاتی ہین، ان مشکلات کی اصلی وجہ یہ ہی کہ مصنف کے

[۵۷] اسحاق وٹیس، ولادت ۱۶۷۴ء وفات ۱۷۴۸ء، نان کنفارمسٹ ڈوائن (غیر مقلد پادری) زبور کے اکثر مقامات کو چھوٹے چھوٹے گیتون مین نظم کردیا ہی جو گرجاؤن مین گائی جاتی ہین،

خیالات کا پورا نقشہ تمہارے سامنے موجود نہین،

(۴) دوبارہ مطالعہ پر بھی اگر کچھ مشکلات باقی رہین تو ان پر نشان کردینا چاہئے تاکہ بعد کو غور وفکر کیا جائے

(۵) دو شخصون کا باہم دگر مطالعہ کرنا اور مذاکرہ کرنا بہت مفید ہی،

(۶) فلسفیات، دینیات، طبعیات وغیرہ کا مطالعہ کرتے وقت صرف اسقدر کافی نہین کہ تم مصنفین کے خیالات سے واقف ہوجاؤ، بلکہ غور کرنا چاہئے کہ آیا انکے خیالات صحیح ہین یا غلط، بغیر کسی رورعایت کے صرف صحیح اُمور تسلیم کرنا چاہئین،

(۷) اگر مصنف تمہارا ہم خیال ہی، لیکن اپنے خیالات وضاحت کے ساتھ بیان نہین کرتا ہے، یا اپنے دعوؤن کو اچھی طرح ثابت نہین کرتا ہی تو تم حاشیہ پر یا علٰحدہ کسی کاغذ پر تصحیح کرو، یا اپنے ذہن مین نقائص کی اصلاح کرو مثلاً:

ا- اگر مصنف تاریکی مین ہی تو اُس پر روشنی ڈالو،

ب- بےمحل اجمال کی تفصیل کرو، اور اسکے خیالات وعقائد کو صفائی کے ساتھ بیان کرو،

د- جن مقامات پر بیجا طول دیا ہی انکو مختصر پیرایہ مین بیان کرو،

ج- جہان یاوہ گوئی سے کام لیتا ہی، ان مقامات کو چھوڑ دو،

س- جہان استدلال کرتا ہی وہان دیکھو کہ اسکے دلائل مستحکم ہین یا کمزور،

ق- اگر نتائج صحیح ہین، لیکن دلیلین کمزور ہین، تو اپنی طرف سے بہتر ثبوت پیش کرکے ان نتائج کو ثابت کرو،

ت- جہان مشکوک نتائج کا استنباط کرتا ہی وہان صحیح نتیجے مقدمات مذکورہ سے نکالو، اور یہ بھی دیکھو کہ ان نتیجون کے علاوہ، دیگر نتائج صریحہ نکل سکتے ہین یا نہین،

ل- جہان تمہارے خیال مین مصنف غلطی پر ہی وہان اس پر اعتراض کرو، اور اسکی غلطیان صحیح کرو۔

ی- جن اُمور کو اُس نے خوبی کے ساتھ لکھا ہی اُن کو یاد کرلو،

(۸) اگر کتاب کی ترتیب اچھی نہین ہی تو تجویز کرو کہ ترتیب مباحث کیا ہونا چاہئے؟

(۹) اگر دو امور ایک جگہ اکٹھا ہو گئے ہین، جن کا ذکر علٰحدہ علٰحدہ ہونا چاہئے تھا تو احتیاط کے ساتھ تفریق کرو، اور مناسب وصل و فصل اور منطقی تسلسل قائم کرو،

(۱۰) اگر موضوع بحث کے متعلق جو امور یکجا ہونا چاہئے تھے، وہ متفرق ہین، تو انکو اشارون اور حوالون کے ذریعہ سے ایک سلسلہ مین مسلسل کرو،

(۱۱) کتاب ختم ہونے پر سوال کرو کہ کیا کیا نئی باتین تم کو معلوم ہوئین،

(۱۲) ان مقامات کی ایک فہرست بناؤ جو تمہارے خیال مین نظر ثانی کے قابل ہین،

(۱۳) مصنف کے طرز ادا و اسلوب بیان پر غور کرو، اور اسکی زبان کے محاسن و معائب پر نظر کرو،

(۱۴) قبل ہی سے مصنف کی نسبت کوئی رائے قائم نہ کرو،

(۱۵) حق کے متلاشی رہو،

(۱۶) اصول مطالعہ ذہن مین مرتکز ہونا چاہئین، اور کتب بینی کے وقت انکو ملحوظ رکھنا چاہئے، علمی رسائل پڑھتے وقت سوچنا چاہئے کہ آیا ہم ان ہدایات پر عامل ہین،

(۱۷) لغات وغیرہ کی کتابین پاس موجود رہنا چاہئین،

(۱۸) نئے لفظ کو بغیر اسکے معنی تحقیق کئے چھوڑ دینا نہ چاہئے،

(۱۹) مشکلات کو نوٹ کرلو اور جب موقع ملے حل کرو،

دین عیسوی کی ابتدائی پانچ صدیان

افادۂ پروفیسر سید نواب علی ایم۔اے،

یہود حضرت عیسٰی کو صلیب پر چڑھا کر سمجھے تھے کہ آپ کے ساتھ آپکی تعلیمات کا بھی خاتمہ ہو جائیگا، لیکن یہ نہ سمجھے کہ حق دار پر بھی سربلند رہتا ہے، آپ کے بعد حواریون نے پطرس کی رہنمائی مین تلطف اور تواضع کے تقناطیسی اثر سے تھوڑے ہی عرصہ مین ایک صوفیانہ حلقہ خاص بیت المقدس مین قائم کرلیا، حلقہ کی بنا، اصول مساوات اور باہمی اشتراک پر تھی، امیر و غریب کی کچھ تمیز نہ تھی، سب یکسان زندگی بسر کرتے تھے، ایک دوسرے کے یہان مل جل کر کھاتے تھے، اور ذکر و فکر، تعلیم و تلقین مین مشغول رہتے تھے[1]،

بجز اس خاص طرز معاشرت اور اس اختلاف عقیدہ کے کہ یہود ورود مسیحا کے منتظر تھے، لیکن اہل حلقہ کہتے تھے کہ نہین مسیحا کا ظہور ہو چکا اور وہ یہی یسوع ہی، اور کوئی فرق اہل حلقہ اور یہود مین عقائد اور پابندی احکام توریت کے لحاظ سے نہ تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت عیسٰی نے توریت کے احکام کو نہین بدلا تھا[2]، ہان یہود کو جو محض رسمیات اور ظواہر کے پابند ہو گئے تھے رُوح احکام اور نور دین کی طرف متوجہ کیا تھا،

ابتدا مین حواریون کا دائرہ تبلیغ صرف یہود اور ان کے شہرون تک محدود رہا[3]، لیکن جسوقت پال جو پہلے دین عیسوی کا سخت دشمن تھا، اور حواریون کو سخت اذیتین دیا کرتا تھا، تائب ہو کر حلقہ مین داخل ہو گیا، اور برنباس کے ہمراہ انطاکیہ وغیرہ مین جہان جنٹائلز (اقوام غیر یہود) آباد تھے[4]، منادی شروع کی تو ایک نیا قضیہ یہ پیدا ہوا کہ غیر یہود

[1] اعمال حواریان $\frac{2}{44}$، [2] انجیل متی $\frac{5}{17}$، [3] اعمال $\frac{11}{19}$، [4] اعمال $\frac{11}{26}$ پال کے متبعین کو سب سے پہلے انطاکیہ مین کرسچین (مسیحی) کا لقب ملا،

جو ایمان لائین ان پر ختنہ وغیرہ احکام توریت کی پابندی لازم ہے یا نہین، یہ قضیہ بیت المقدس[۱] مین حواریان مسیح کے روبرو پیش ہوا اور ردّ و قدح کے بعد یہ فیصلہ ہوا،

کہ بجز ان چند ضروری امور کے اور کسی بات کی تکلیف نہ یجائے کہ تم ان گوشتون سے جو بتون پر چڑہائے جائین، اور خون اور گلا گھونٹی ہوئی چیزون اور حرام کاری سے پرہیز کرو،

(اعمال ۱۵/۲۸ و ۲۹)

حواریون کے اس اجتہاد نے اگرچہ علماء یہود کے سخت گیریون اور ظاہری پابندیون کو توڑ کر شریعت موسوی کو آسان صورت مین اقوام غیر یہود کے سامنے پیش کرکے ان کو اپنے دین مین داخل کرلیا، لیکن خرابی یہ ہوئی کہ ۷۰ء مین جب کل حواری یکے بادیگرے دنیا سے رخصت ہوگئے، اور یروشلم کو رومیون نے فتح کرکے تباہ و برباد کردیا، اور یہود کی قومیت کا شیرازہ پراگندہ ہوگیا تو غیر یہود اقوام نے حواریون کی رخصت شرعیہ کو بدعت کے قالب مین ڈھال کر بہت سے ایسے جعلی خطوط حواریون کی طرف منسوب کردیئے، جس سے علانیہ شریعت موسوی سے بیزاری ہونے لگی، نئے نئے عقائد پیدا ہوگئے، اور تھوڑے عرصہ مین فرقہ آرائیون کا بازار گرم ہوگیا،

زمانہ حال کا مشہور محقق ہارنگ اپنی تاریخ عقائد مین لکھتا ہے،

یروشلم کی تباہی کے بعد عیسائی کلیسہ مقام پلّہ واقع ملک شام مین پھر قائم ہوا، لیکن اب یہ تبدیل شدہ کلیسا تھا، یہودی عنصر اب اس مین غالب نہ تھا، ہیکل سلیمانی کی تباہی، غیر یہود قوام کے وحشیانہ فتح اور مقدس آثار قدیمہ پر ظالمانہ دستبرد نے بحیثیت مجموعی ایسا سخت صدمہ پہونچایا کہ جس سے شعار موسوی متزلزل ہوگئے، علاوہ اسکے پلّہ مین فرقہ ایسین کا عنصر بھی شامل ہوگیا، رفتہ رفتہ کلیسا پھر یروشلم مین منتقل ہوا، لیکن اس مرتبہ خاتمہ کن حادثہ نے فیصلہ کردیا،

قیصر ہڈرین کے عہد مین یہود نے ۱۳۲ء مین شورش کرا کے سعی بحالی کی اور خاک مین مل گئے اب وہ یروشلم سے جلا وطن کردیئے گئے، قربانیون کی ممانعت ہوگئی اور ایک نیا شہر ایلیا ۱۳۶ء مین آباد ہوا، اور بجائے قدیم موسویت کے جو بعد کو یہودانہ عیسائیت کے تابع ہوگئی تھی، اب ایک ایسا کلیسا قائم ہوا جس کا اسقف اعظم ایک جنٹائل (غیر یہود) تھا، اور جس مین یہود اور غیر یہود سب ایک ہوگئے، یہودانہ عیسائیت کا دور ختم ہوچکا اور وہ لوگ جو اب بھی اپنے قومی شعار کے پابند رہے، اور یہ کوشش کی کہ ان رسوم و شعار کو یسوع کے مسیحت کے عقیدہ کے ساتھ شامل رکھین، بدعتیون مین شمار ہونے لگے،[۵۱]

۱۳۶ء سے قیصر قسطنطین کے عہد یعنی دو سو برس تک دین عیسوی اپنے دو متضاد عناصر یعنی یہود اور جنٹائلز کے باہمی کشمکش مین مبتلا رہ کر فرقہ آرائیون کا آماجگاہ بنا رہا، اس کشمکش کا نتیجہ آخر یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ یہودی عنصر سلب ہوتا گیا، اور رومیون، یونانیون اور مصریون کے توہمات اور رسومات دین عیسوی کے شریک غالب ہوگئے، اس کا اندازہ یون ہوسکتا ہی کہ جب ۳۲۵ء مین نیقیہ کی مشہور کونسل منعقد ہوئی، تو بحث صرف یہ آن پڑی کہ الوہیت مین حضرت مسیح کا کیا درجہ ہے؟ آیا اقانیم ثلاثہ مساوی الحیثیت ہین یا کچھ فرق مراتب بھی ہی، پادری اریوس کی راے یہ تھی کہ بیٹا باپ کے مقابلہ مین ازلی نہین ہوسکتا، لیکن کونسل نے بالاتفاق اریوس کے اس عقیدہ کو کفر قرار دیا، ذیل مین کونسل نیقیہ کے عقائد کا جو آج تک دین عیسوی کے مسلمہ اصول ہین، ترجمہ درج کیا جاتا ہی،[۵۲]

ہم ایمان لائے،

۱- ایک خدا قدرت والے باپ پر جو ظاہر اور پوشیدہ چیزون کا خالق ہے،

---

۵۱ ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن جلد ۵، ۵۲ ماخوذ از ہسٹارک فیتھ مصنفہ لارڈ بشپ دسکات صفحہ ۴۴ و ۴۵

۲- اور ایک رب یسوع مسیح ابن اللہ پر جو باپ کا اکلوتا بیٹا ہی، عین ذات ہے، اللہ، اللہ ہے، نور، نور ہے، عیسیٰ خدا ہی، مولود ہے مخلوق نہین، باپ کے ساتھ متحد الجوہر ہے، اُسکے وساطت سے سب چیزین جو آسمان وزمین مین ہین بنائی گئین، ہم انسانون کی نجات کے واسطے اُس کا نزول وحلول ہوا، وہ انسان بنکر آیا، مبتلائے بلا ہوا اور تیسرے پہر پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور آسمان پر چڑھ گیا، اور اب زندون اور مردون کا انصاف کرنے کو پھر آئیگا،

۳- اور رُوح القدس پر،

قسطنطین نے ان عقائد کو بزور حکومت پھیلایا، اور اس دن سے مسئلہ تثلیث، اور کفارہ دین عیسوی کے مسلمہ مسائل ہوگئے، سو برس کے بعد حضرت مریم کی پرستش بھی بحیثیت تھیاٹیکس (مادر خداوند) پادری سریل کی کوششون سے جزء دین ہوگئی، اگرچہ بطریق نسطور نے ۴۲۷ء مین اس نئی بدعت کی سخت مخالفت کی، لیکن اب جنٹائل عنصر اسقدر غالب تہا کہ نسطور اور اُسکے متبعین بھی دین سے خارج کردے گئے،

ذیل مین ہم ایک نقشہ[۵] درج کرتے ہین جس سے دین عیسوی کی ابتدائی پانچ صدیون کی حالت آئینہ ہوجائیگی،

- ۱- جنٹائلز
  - ۱- بت پرست یونانی ورومی وغیرہما ....
  - ۲- جو لوگ عیسائی ہوگئے، ....
  - (ان دونون کے حاشیے پر:) ۳۲۵ء مین قیصر قسطنطین کے ساتھ یہ سب تثلیت کے قائل ہوگئے،
- ۲- یہود
  - (۱) جنھون نے مسیح کو مانا
    - ۱- غیر متبع یعنی یہودانہ عیسائیت کے پیرو (حاشیہ: ۱۳۰ء کی بعد عام عیسائیون مین شامل ہوگئے)
    - ب- متبع
      - (۱) ناصرین ....
      - (۲) ابیانی ....
      - (۳) ناسٹک ....
      - (حاشیہ:) پانچوین صدی کے آغاز تک ان فرقون کی جداگانہ حیثیت مٹ گئی بعض یہود مین شامل ہوگئے بعض نصارے مین،
  - (۲) جنھون نے مسیح کو نہ مانا اور یہودی رہے،

---

۵ اس نقشہ کا ماخذ گبن زوال دولت روما باب ۱۵ اور انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن جلد پنجم،

تقریظ وانتقاد

حمزہ اصفہانی

و

تاریخ ملوک الارض

تحریر: جی، کے، نریمان پارسی

ذیل کا مضمون مسٹر **نریمان** کا زور طبع ہی، وہ بمبئی کے ایک فاضل پارسی ہین، متعدد یورپین زبانون کے علاوہ وہ عربی وفارسی سے بھی کماحقہ واقف ہین، ہمکو مسٹر موصوف سے اِسلئے عقیدت ہی کہ انکو مسلمانون کے ساتھ عقیدت ہی، پارسی اسلام کو اور خصوصاً حضرت عمرؓ کے اسلام کو جس خوف کی نگاہ سے دیکھتے ہین، وہ مخفی نہین، لیکن مسٹر نریمان پارسی جماعت کے پہلے شخص ہین جو مسلمانون کی طرف دوستانہ ہاتھ بڑہاتے ہین، دسمبر ۱۹۱۵ء مین مسٹر نریمان نے بمبئی کرانیکل مین ایک پرزور آرٹیکل ان الزامات کی تردید مین لکھا تہا جو پارسی غلطی سے مسلمانون پر کرتے ہین، تیسری صدی ہجری مین مسلمانون مین **حمزہ اصفہانی** ایک ایرانی النّسل مورخ گذرا ہی، جس نے "سنی ملوک الارض" (روئے زمین کے بادشاہون کے سنین) کے نام سے ایک چھوٹی سی تاریخ لکھی ہی، یہ تاریخ کلکتہ اور یورپ مین کئی بار چھپ چکی ہی، اور ارباب علم مین متداول ہی، یونان، روم، یہود، فارس، قبط اور عرب وغیرہ اقوام کی تاریخ پر کتاب مشتمل ہی، زیادہ تر کوشش مصنف کی صرف سنین کی تلاش وتحقیق ہی، ایرانیون کا حِصہ اس نے جی لگا کر لکھا ہی کہ وہ خود نسلاً ایرانی تہا، مسٹر نریمان نے اسی کتاب پر ایک محققانہ ریویو لکھا ہی، ریویو رائل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی کے ۲۱- اکتوبر ۱۹۱۵ء کے جلسہ مین اُنھون نے پڑھ کر سنایا تہا، اصل مضمون کے ضمن مین جن حقائق کا اُنھون نے اعتراف کیا ہی

وہ مسلمانون کے عام شکریہ کا مستحق ہے،

اس مضمون کے ترجمہ کے لئے ہم اپنے عزیز مرزا **احسان احمد** بی۔اے کے ممنون ہین،

عزیز موصوف نے جس زور، روانی اور سلاست کے ساتھ ترجمہ کیا ہی اس سے آیندہ کی بڑی توقع قائم ہوتی ہے،

اس وقت سے جبکہ **ایران** کی روشن خیال گورنمنٹ نے اپنی رعایا کو آئینی حکومت عطا کی، اکابر و اعیان ملک مین آزاد خیالی اور مذہبی فراخدلی کی ایک عام رُوح پھیل گئی ہی، اور مذہبی عین اگر انکو مخالف عقائد سے کامل ہمدردی نہین ہی، تو کم از کم ان مین مذہبی آزادی کی صلاحیت ضرور پیدا ہو گئی ہے، کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ دنیا کی اس قدیم ترین سلطنت کی آیندہ قسمت کا کیا فیصلہ ہونے والا ہی، لیکن ایران کی ترقی کے ساتھ ہماری دلچسپی مین جو ہم کو اس سرزمین سے ہے، ضرور اضافہ ہونا چاہئے، یہ ایک نہایت اُمید افزا واقعہ ہی کہ ابھی حال ہی مین معزز اعیان سلطنت، بااخلاص عام مسلمان، اور علما نے خود **اصفہان** مین آتش پرستون کی ایک علمی درسگاہ، بلکہ اس سے زیادہ تعجب انگیز یہ کہ ایک آتشکدہ کے قائم کرنے مین معتد بہ مدد دی۔

بلاشبہہ عرب کے حملۂ اولین نے جسکو تیرہ سو برس ہوئے قدیم ایران کو بہت کچھ تباہ کر دیا، لیکن یہ کہنا کہ یہ سرزمین تنہا مسلمانون کی ظلم آرائیون کا تماشا گاہ رہی محض تاریخ اور حق گوئی کے چہرہ پر پردہ ڈالنا ہے، مین نے جہانتک تحقیق کی ہے، قدیم ایران کے مذہبی خزانہ کو پہلے ہی سکندر نے برباد کر دیا تھا، اور نہ مین تمام عرب مورخین پر اس تعصب کا الزام لگا سکتا ہون جو انکو ایرانیون کے ساتھ تھا، ہمکو محض یہ یاد رکھنا ہی کہ اگر ہم اس اسپرٹ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین جس نے سلطنت ساسانیہ کا مرقع زیر و زبر کر دیا ہے، تو ابتک مسلمانانِ ایران، عمر بن الخطاب فاتحِ ایران کا نام نہایت نفرت سے لیتے ہین، لیکن آج کل کے ایرانی وطنیت کا پہلے خیال کرتے ہین، اسکے بعد مذہب کا، چنانچہ تنکارپور کے آرمینین، یہودی، اور ہندو کرچہ گرد تاجرون سے بھی

بغیر کسی مذہبی اختلاف کو مدِ نظر رکھے ہوئے نہایت خلوص سے پیش آتے ہین، اس واقعہ سے صاف ظاہر ہی کہ جوانانِ ایران کو اپنے آبا، واجداد کی نسلون سے کامل ہمدردی ہے، لہذا پارسیون کے لئے مناسب ہی کہ وہ عربی لٹریچر کو جو بجائے خود ایک بیش بہا خزانہ ہی، بغور مطالعہ کرین، کم از کم ایسے مصنفین کو ضرور پیش نظر رکھین، جنھون نے باوجود ایرانی النسل ہونیکے اپنی تصنیفات مین عربی زبان سے کام لیا، اس بنا پر مین آج مختصراً **حمزہ اصفہانی** کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہون، نہ اسلئے کہ وہ عربی مصنفین مین ایران کا سب سے زیادہ نمایان طرفدار نظر آتا ہی، بلکہ اسلئے کہ عموماً انگریزی کتابون مین جہان تک مجھکو معلوم ہی، اس کا تذکرہ کم اور نہایت کم ہی، ہوارٹ، نکلسن، اور ایران کے سب سے بڑھ کر ہمدرد دوست مسٹر براؤن پروفیسر کیمبرج بھی اِسکے متعلق چند صفحے لکھکر بچ جاتے ہین،

خاندان خلفای عباسیہ کی حکومت کا زمانہ جسکی ابتدا دوسری صدی ہجری کے نصف سے ہوئی، عربی لٹریچر کی ترقی و فروغ کا زمانہ تھا، خلفا، لٹریچر کی ترقی اور علما و شعرا کی سرپرستی مین نہایت سرگرمی سے کوشش کرتے تھے، خصوصاً المنصور ہارون الرشید، اور مامون الرشید اشاعت علم و فن کے بہت بڑے سرپرست اور مربّی تھے، یہ لوگ مختلف ملکون سے علما، اور فضلا کو اپنے دربار مین بلاتے تھے، اور اُنکے مشاغل علمیہ کی سرپرستی کرتے تھے، یہ کوئی نئی بات نہین ہی کہ بغداد اور دمشق کے علما، مین بہ نسبت اُن اہل علمون کے جن سے اکبر کا دربار بھرا پڑا تھا، تعصب کا مذاق کم تھا، تم جانتے ہو کہ وہ علما جو خلفا کے دربار سے تعلق رکھتے تھے، نہایت سرگرمی اور دلچسپی کے ساتھ غیر زبانون، اور یونان، ہند و ایران کے لٹریچر کو مطالعہ کرتے تھے، برخلاف اِسکے ہمارے ہندوستانی مسلم مورّخ بدایونی نے اکبر کے اس حکم پر کہ رامائن کا ترجمہ فارسی مین کیا جائے، اپنے اور نیز دوسرے مولویون کے غیر معمولی تعجب کا اظہار کیا ہی، بلاشبہہ عبدالقادر کی مقدس رُوح نے اکبر کے اس ذوق علم پرستی کو نفرت اور تعصب کی نگاہ سے دیکھا ہو گا۔

عباسیون کا ملکی اقتدار ایک صدی سے زیادہ قائم نہ رہا، باہمی معرکہ آرائیون کے سلسلہ نے خلفا کی طاقت کو بالکل کمزور کردیا، مختلف صوبون نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، یہان تک کہ دنیاوی امور مین خلفا کی شاہانہ حیثیت محض برائے نام رہ گئی، البتہ عوام الناس پر مذہبی حکومت ایک مدت تک باقی رہی، لیکن تیسری صدی ہجری کے نصف اور اختتام تک بھی کمزور خلفا کے زیر سرپرستی المبرد ایسے علما بصرہ مین تحقیقات زباندانی مین مشغول تھے، ادہر بغداد مین بلاذری، ابن قتیبہ، اور طبری ایسے علما کا ایک گروہ موجود تھا، مشرقی ایران مین بھی جو باہمی جنگ و فساد کا تماشا گاہ بنا ہوا تھا، ایک مدت تک عربی لٹریچر ترقی پر تھا، علاوہ اسکے خود پایہ تخت اصفہان باوجود پر آشوب زمانے کے علماے سے خالی نہ تھا، دارالسلطنت کے عربی علما کی تعداد اسقدر زیادہ تھی کہ انکے حالات زندگی مین متعدد کتابین لکھی گئین،

دسوین صدی عیسوی مین جدید فارسی لٹریچر خاص ایران مین آہستہ آہستہ ترقی پذیر تھا اور ایشیا کے تمام ممالک کے لئے جو منگولین اثر سے آزاد تھے، ذریعہ علم و دانش بن رہا تھا، خاص ایرانی روح جو کبھی مردہ نہ ہوئی تھی از سر نو زندہ ہوئی، اور زندہ ہوکر اس نے ایک پر قوت قومی زندگی کے قالب مین نشو و نما اختیار کیا، اور علمی سرگرمیون پر جو عربی تصانیف کے ذریعہ سے ظہور مین آئین، مع اپنی خصوصیتون کے غیر معمولی اثر ڈالا، حمزہ بن الحسن الاصفہانی ان علما مین سے ہی جنکی عربی تصنیفات مین ایک ایرانی اثر محسوس ہوتا ہی،

اگرچہ اسکی تصنیفات کا زیادہ حصہ جنمین سے اسوقت چند تصنیفین محفوظ ہین، فن ادب و لغت سے تعلق رکھتی ہین، لیکن حمزہ بحیثیت ایک عمدہ مورخ اور سنی ملوک الارض اور اس تاریخ اصفہان کے مصنف ہونے کے جس کا لوگ اکثر تذکرہ کرتے ہین، مشہور ہے، سنی ملوک الارض نے اول اول اسکو یورپ سے روشناس کرایا، بیشک شروع مین یورپ نے اسکے متعلق چند

فاش غلطیان کین، مثلاً ہاربیلاٹ نے غلطی سے اسکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا چچا سمجھا، جن کا نام بھی حمزہ رضی تھا، لیکن آخر مین اس ایرانی مصنف کی پوری طور پر قدر کی گئی، چنانچہ شلٹنس راس موسن اور رسکی نے قدیم عرب کی تاریخ لکھنے مین حمزہ کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا، یہ سلوسٹری ڈی سیسی تہا جس نے ۱۸۳۲ء مین حمزہ کی تاریخ ایران پر نہایت دانائی اور دقت نظری کے ساتھ تنقید کی، ۱۸۴۴ء مین گاٹ ولڈٹ نے پوری کتاب سنین کو پٹروگریڈ مین نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا،

مین حمزہ کی تاریخی تصانیف سے قطع نظر کرکے اسکی ان تحقیقات پر جو فن زبان سے تعلق رکھتی ہین، ایک سرسری نظر ڈالنا چاہتا ہون، کیونکہ حمزہ کو عربی اور فارسی مین کامل دستگاہ تھی، اور ان دونون زبانون کے باہمی تعلقات دکھانے کے لئے اسکی تصانیف نہایت کارآمد و مفید ہین،

حالات زندگی اور ذرائع معلومات

وہ عربی ذرائع جن سے حمزہ کے حالات زندگی کا پتہ چلتا ہی، نہایت کم اور ناکافی ہین، کتاب الفہرست سے بھی کوئی معتدبہ مدد نہین ملتی، چونکہ اس مضمون مین اکثر اس مشہور کتاب کا حوالہ آئیگا، لہذا اگر ہم اس موقع پر اسکی چند نمایان خصوصیتون کا ذکر کرین تو چندان ناموزون نہ ہوگا، الندیم نے ۹۹۸ء مین کتاب الفہرست لکھی تھی، یہ اسکے زمانہ کی تمام کتب عربیہ کی ایک مکمل اور منتظم فہرست ہے، اس مین محض کتابون کے نام ہی نہین، بلکہ انکے مصنفون کے حالات زندگی بھی کافی طور پر درج ہین، مختلف قدیم رسم خط کا بیان حقیقت مین غیر معمولی دلچسپی کا سامان رکھتا ہے،

حقیقتاً مستشرقین یورپ نے پہلوی زبان کی خصوصیتون کے متعلق کتاب الفہرست ہی سے معلومات بہم پہونچائی ہی، اس مین ان کتابون کا تذکرہ ہی، جو اول اول عربی مین تصنیف کی گئین

اور اُن تصانیف کا بھی بیان ہی جن کا مختلف زبانون مثلاً یونانی، لاطینی، سنسکرت سے عربی مین ترجمہ ہوا، وہ حصہ جسمین مترجمین کا تذکرہ ہی، بجائے خود معلومات کا ایک خزانہ ہے، شروع زمانہ سے لوگ اس سے برابر فائدہ اُٹھاتے رہے ہین، تاہم ابھی بہت کچھ باقی ہے جو کسی یورپین زبان مین منتقل نہین ہوا،

ہمارے نزدیک یہ سخت ناانصافی ہوگی اگر ہم اس موقع پر کتاب الفہرست کے متعلق شمس العلما شبلی نعمانی کی کوششون کو نظر انداز کردین، جہانتک مجھکو معلوم ہے یہ پہلا ہندوستانی عالم ہی جس نے اس کتاب کی حقیقی قدر وقیمت کو پہچانا، اور بیش بہا اور دلچسپ مضامین کا ایک سلسلہ قدیم لٹریچر پر جس سے عربون نے فائدہ اُٹھایا، اور جسکے متعلق کتاب الفہرست مین بیشمار اشارے پائے جاتے ہین، لکھا، مضامین اُردو مین ہین، جنکو ندوۃ العلما لکھنؤ نے جس کا بانی شبلی ہی تھا اور جس سے اسکو تاحیات تعلق رہا، شائع کیا[۱]،

اگرچہ انگریز مستشرقین نے حال مین کتاب الفہرست کے مضامین پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے، لیکن اسکے اصلی جوہر پرکھنے والے دیگر یورپین علما تھے، ہمارے خیال مین پارسیون کیلئے زیادہ مفید ہوگا اگر وہ پروفیسر براؤن کی تصانیف رسائل شبلی کے ساتھ ساتھ پڑہین جو قبل اسکے کہ یورپ کتاب الفہرست کی باقاعدہ تحقیقات کی طرف متوجہ ہو، شائع ہو چکے تھے، شبلی کی تحقیقات، مغربی تحقیقات سے بالکل جداگانہ ہین، اگرچہ ۱۸۶۲ء مین فلوگل نے اپنی حیات مانی مین جو ایرانی ملحدون کا سردار تھا، اور اس سے قبل روسی عالم ولسہان نے اپنی تصنیف متعلقہ سے بنیس ۱۸۵۶ء مین کتاب الفہرست سے معتدبہ فائدہ اُٹھایا، براکلین کی تاریخ عربی لٹریچر مین جو جرمن زبان مین ۱۸۵۶-۱۹۰۲ء مین شائع ہوئی، کتاب الفہرست کے متعلق جا بجا دلچسپ اشارے پائے جاتے ہین، بلاچٹ نے اپنی قواعد پہلوی مین جو ۱۹۰۵ء مین شائع ہوئی کتاب الفہرست کی تاریخی صحت اور عظمت کی کافی طور پر داد دی ہی، کواٹرمیر نے ۱۸۴۰ء مین کتاب الفہرست سے ایک نہایت دلچسپ مضمون کا ترجمہ کیا، جسمین فارسی رسم خط کے مختلف طریقے دکھائے گئے ہین، ایران اور اسکی تہذیب پر اس عالمانہ کتاب سے جو روشنی پڑتی ہے اس بات کی مقتضی ہے کہ پارسی جماعت ایک ایسی کتاب کو جس سے اس امر کا پتہ چلتا ہی کہ ایران نے اسلامی تمدن وتہذیب پر کہانتک اثر ڈالا، نہایت غور، اہتمام اور دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کرے، مثلاً کتاب الفہرست ہی سے اس امر کا نہایت صحیح پتہ چلا کہ الف لیلہ کا اصلی سرچشمہ ایرانی لٹریچر ہے، قطع نظر اس سوال کے کہ آیا ایرانی ان دلچسپ قصون کے لئے ہندیون اور اُنکے سنسکرت لٹریچر کے ممنون احسان تھے یا نہین، ہم ان متعدد کتابون کے چند اوراق کی بنا پر جن کا تذکرہ خود الندیم نے کیا ہی، یہ کہ سکتے ہین کہ اس نے ان معلومات کی نسبت اپنے تخیل سے کام نہین لیا،

بہرحال ہمارے اس مضمون کا موضوع الندیم اور اُسکی کتاب الفہرست نہین ہے، تاہم اس سلسلہ مین اُن پہلوی تصانیف کا تذکرہ جو قوم کی بدمذاقی سے ناپید ہوگئی ہین، اور جنکے متعلق الندیم نے معلومات کا ایک کافی ذخیرہ بہم پہونچایا ہی، چندان ناموزون نہ ہوگا، وہ ایسی کتابون کی طرف اشارہ کرتا ہی جو بالکل گمنام ہین اور جنکے مصنف کا پتہ خود نہین چلا سکتا، مثلاً کتاب رستم واسفندیار، جسکو جبال ابن سلیم نے عربی مین ترجمہ کیا تھا، کتاب شہرزاد، سوانح عمری نوشیروان، کتاب دارا وتصویر زرین، خدائی نامہ، جس پر فردوسی نے نقش آرائیان کین، الندیم نے مقامی تاریخون کے ایک سلسلہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہی، جو فرس، کرمان، طبرستان کی عرب فتوحات سے تعلق رکھتی ہین، بہت سی ایسی عربی تصانیف کا بیان ہے،

[۱] یہ صحیح نہین، مضمون نگار کا مقصد رسائل شبلی سے ہی، جو علی گڈہ کالج کی طرف سے شائع کئے گئے تھے،

جنکا اصلی سرچشمہ ایرانیون کا قدیم لٹریچر ہی، بجز ایک روشن خیال مصنف کے اور کون ایسے معزز ایرانی علماء کے نام اور اُنکے کارنامون کو ہم تک پہونچا سکتا تھا، اس وقت ایسے مستقل رسالے موجود تھے جن مین ایرانیون کی عربون پر فوقیت اور اُنکا قومی تفاخر دکھایا گیا تھا، ایک پوری کتاب جسکا ترجمہ پہلوی سے عربی مین ہوا تھا، محض ہُرمز پسر نوشیروان کی شاہانہ شان و شوکت اور جلال و سطوت دکھانیکے لئے لکھی گئی، دُوسری ان مقامات کے متعلق جہان ایرانی قتل کئے گئے، تیسری متعلق نصائح زید فرخ تذکرہ اور روایات پر بھی دلچسپ کتابین لکھی گئین، مثلاً پند و موعظت نوشیروان، یا وہ کتاب جو کسریٰ نے مرزبان کو لکھی اور اس کا جواب، یا شاہِ یونان کی کتاب جو بادشاہ ایران کے پاس فلسفیون کی روانگی کے متعلق ہے، یا کتاب متعلق اردشیر، جس نے ان کتابون کے بہم پہونچانے کا حکم دیا تھا جن مین انتظام ملکی کے اصول و آئین پر بحث کی گئی تھی، کیا آج ہم ان کتابون کے حاصل کرنے کی کوشش نہین کر سکتے،

نہایت افسوس ہے کہ کتاب الفہرست مین حمزہ کے متعلق جو کچھ سرمایہ موجود ہے وہ محض اسقدر ہی، "حمزہ ابن الحسن اصفہان کا رہنے والا تھا، وہ ایک عالم اور مصنف تھا" ابن خلیل خان جو اپنے تذکرہ مین حمزہ کا اکثر ذکر کرتا ہے، اسکی تصانیف سے اکثر مضامین نقل کئے ہین لیکن نہایت تعجب ہی کہ اس نے حمزہ کو اپنے تذکرہ مین کوئی مستقل جگہ نہ دی، اسکی وجہ غالباً ڈاکٹر مٹوچ کے خیال کے موافق جسکا ایک ایک حرف ہمارے نزدیک سند کے قابل ہے یہ ہی کہ ابن خلیل خان حمزہ کی وفات کا سال دریافت نہ کر سکا، کیونکہ اُسکے تذکرہ کا یہ اصول ہی کہ وہ کبھی ایسے مصنف کا تذکرہ نہین لکھتا جسکے وفات کی صحیح تاریخ اُسکو معلوم نہ ہو، ہماری دوسری سند حاجی خلیفہ ہے، اس نے حمزہ کی مختلف تصانیف کے عنوان کا ذکر کیا ہی، لیکن اُسکے حالات زندگی کے متعلق کچھ نہین لکھا، یاقوت نے بھی اپنے تذکرہ مین اکثر حمزہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسکی تصانیف سے عبارت کی عبارت نقل کردی ہی، اس بنا پر ہم خیال کر سکتے ہین کہ اس نے اپنے تذکرہ مجامع الادب مین حمزہ پر ایک مستقل مضمون لکھا ہوگا، افسوس ہی کہ یاقوت کی کتاب نہایت خراب حالت مین ہم تک پہونچی ہے، لہذا ہم اسکی بھی تصدیق کرنے سے مجبور ہین، مارگولیوتھ پروفیسر آکسفورڈ نے مجامع کے مسودات مین بہت تلاش کیا، اور انکا خیال ہی کہ یاقوت نے حمزہ پر کوئی مستقل مضمون نہین لکھا،

اسلئے ہم اُن معلومات کے بہت زیادہ شکر گذار ہین جو ہم کو حمزہ کے متعلق ابو نعیم کی تاریخ اصفہان اور سامانی کی کتاب الانساب مین ملتی ہین، ظاہراً ابو نعیم نے حمزہ کی تاریخ اصفہان کا مطالعہ کیا تھا، اپنے تاریخی دیباچہ مین اُس نے تین بار حمزہ کو صاحب قطب اصفہان کے لقب سے یاد کیا ہے، حمزہ کے متعلق اس نے کچھ بہت زیادہ نہین لکھا ہی، اور نہ ہمکو سامانی سے کوئی معتد بہ واقفیت حاصل ہوتی ہے،

اخیر کے دو ذرائع ہمارے اس خیال کی تائید کرتے ہین کہ ہمارے مصنف کا نام ابو عبداللہ بھی تھا کیونکہ ابو نواس کے دیوان اور اپنے مجموعۂ تصانیف کے اڈیشن مین حمزہ کو جب کوئی حاشیہ لکھنا ہوتا ہی تو "قال ابو عبداللہ" سے شروع کرتا ہی،

پھر دونون ذرائع اس مسئلہ پر متفق ہین کہ حمزہ کا باپ ایک مؤدب یعنی کسی مدرسہ مین معلم تھا، اسکے نام کے متعلق اختلاف ہی، ایک اسکو الحسن کہتا ہی، دوسرا الحسین، غالباً الحسن زیادہ صحیح ہی، کیونکہ ابو نواس کے اڈیشن کے افتتاحی الفاظ مین حمزہ اپنے کو ابن الحسن کہتا ہی، علاوہ اسکے کتاب الفہرست، یاقوت، بیرونی، طالبی، ابن خلیل خان، اور میدانی مین بھی اُس کا یہی نام لکھا ہوا ہی، لہذا ہمارے مصنف کا پورا نام ابو عبداللہ حمزہ ابن الحسن الاصفہانی تھا۔

نوحۂ شبلی

انشائے مولوی اقبال احمد سہیل بی-اے

مولانائے مرحوم کے ماتم مین جتنے مرثیے لکھے گئے، وہ اکثر اخبارات مین چھپ چکے ہین، اُنکا سلسلہ کئی مہینون تک روزانہ اشاعتون مین جاری رہا، یہ نوحہ اب تک غیر مطبوع تھا۔

مولوی اقبال احمد مولانا کے ایک شاگرد عزیز ہین، تحصیل عربیت کے بعد اُنھون نے امسال علی گڈھ سے بی-اے کے امتحان مین کامیابی حاصل کی ہے، ماہ نومبر مولانا کی رحلت کی تاریخ ہے، اس تقریب سے اس نوحہ کا اس نمبر مین درج ہونا مستحسن تھا۔

جائے نشاط در چمنِ روزگار نیست
آہیست سرد جُنبشِ بادِ بہار نیست

کو لالۂ کہ داغِ جگر در نہان نداشت
کو نو گلے کہ چاکِ دلش آشکار نیست

خونیست تو بتو کہ گلستان نام کردہ اند
زہریست سر بردن زدہ این سبزہ زار نیست

سنگست دیدہ گر نمِ اشکش نمی چکد
کو راست دل گرش نگہِ اعتبار نیست

زنہار چشمِ دل بفریبِ رخش مدوز
دنیا عجوزۂ الیست عروسِ نگار نیست

بُنیادِ کاخِ عمر بہ بادے نہادہ اند
آرے نہادِ باد تو دانی قرار نیست

درکارِ دانسرا نتوان خانہ ساختن
خود این زمانہ چیست اگر رہگزار نیست

یارے کزین خرابہ رود در غمش منال
کاین کاخ را اساسِ بقا استوار نیست

ابرو گشادہ دار بہ شیرین و تلخِ دہر
دانی کہ نوش و نیشِ جہان پایدار نیست

نتوان چو جامِ عیش درین خاکدان زدن
بر تلخئ زمانہ نیرزد فغان زدن

لیکن کنون کہ سیلِ حوادث ز سر گذشت
باید ز شیون منِ بیچارہ در گذشت

بگذار تا بنالہ دل از غم تہی کنم
کارم کنون ز سعی و توای چارہ گر گذشت

بپذیر عذرِ تلخ نوائی زمن کہ باز
زہرآبہ غمم ز گلو تا جگر گذشت

چون کعبہ گر سیاہ بپوشیم می سزد
کان نقشبندِ سیرتِ خیر البشر گذشت

آوارہ گشتہ گلۂ وچوپان بخواب رفت
در رہ بماند قافلہ و راہبر گذشت

ارے اگر دلت نگداز د بحالِ قوم
بارے ببین چہ بر سرِ علم و ہنر گذشت

زیبد اگر فتد عَلَمِ علم سرنگون
کز کشورِ کمال شہِ دادگر گذشت

نز ہتگہِ ہنر کہ بدان برگ ساز بود
بارش نگہ کنید و مپرسید سر گذشت

ناصح بہ دجلہ باریِ مژگانِ ما مگیر
کاین گریہ نیست بہرِ عزیزے کہ برگذشت

ما این فغان بہ بیکسئ علم و فن کنیم
یا شیونے بہ زندگئ خویشتن کنیم

دانشورِ یگانہ بہ دار القرار شد
زیبد اگر جہان ہمہ اش سوگوار شد

بادِ سحر بماتمِ اُو آہ می کشید
چشمِ ستارہ در غمِ اُو اشکبار شد

دانشورانِ دہر بہ ماتم نشستہ اند
کز روزگار نادرۂ روزگار شد

تاریخ نہفت ساقئ خمخانۂ علوم
آبِ بقا بکامِ خضر ناگوار شد

دردا کہ گنجدارِ معارف ز دہر رفت
واحسرتا کہ شبلئ معجز نگار شد

اے جہل شاد باش کہ گیتی بکامِ تست
وائے علم خون بشو کہ دردت فگار شد

آوخ اگر ہمچو گنجِ بخاکش نہان کنند
کز وے ہزار گنجِ نہان آشکار شد

گلزارِ دین کہ از نمِ کلکش بہار داشت
نے برگ ماندہ است کہ آن آبیار شد

عیسی دمے کہ جان بہ تنِ مردگان دمید — آخر چہ شد کہ خود زجہان برکنار شد

خلقے زخواب داہمہ ہشیار کرد و خفت

بختِ ہنر بہ زمزمہ بیدار کرد و خفت

دردا کہ وجہِ نازشِ اہلِ جہان نماند — کان فخرِ عصر از ستمِ آسمان نماند

اکنون کہ جامہ گوئے نظیری نظیر مرد — در شیوۂ سخن شرفِ ہندیان نماند

یکتا گلے کہ یادِ بہارِ گذشتہ داد — آن ہم کنون زغارتِ بادِ خزان نماند

از سر بپاست ماتمِ رازی و ابنِ رشد — کان یادگارِ دانشِ پیشینیان نماند

دردا کہ باز دامنِ اُردو زبان تہی است — گلّے کہ بود شاخچۂ گلفشان نماند

دریوزۂ شرارِ غمے از کجا کنیم — کان دل کہ بود در غمِ ملّت تپان نماند

آوخ! کجا روند و چہ سازند و چون زیند — اکنون کہ خضرِ جادۂ اسلامیان نماند

چرخِ خمیدہ پشت چہ جوئی نظیرِ اُو — کاینک گلے چو او سرِ این گلستان نماند

سیرت نشد تمام و دریغا کہ کس زما — شائستۂ نگارشِ آن داستان نماند

تخمے فشاندہ بود برش برنچید و رفت

شاخے نشاندہ بود بہارش ندید و رفت

اے شمعِ جمعِ فضل کہ از ما جدا شدی — ما را بغم گذاشتہ آخر کجا شدی؟

بیگانگان کمالِ تو نشناختند حیف — زین رو مگر بہ بزمگہِ آشنا شدی؟

شاید کہ نشرِ علم بگردون ہم آرزوست — کاین خاکدان گذاشتہ سوئے سما شدی

دادت کسے نداد مگر از جہانیان — کاے دادخواہِ قوم بہ پیشِ خدا شدی

در بارگاہِ قدس مگر شاعرے بنود — تا بہرِ نغمہ سنجیٔ حمد و ثنا شدی

در سیرت است حاجتِ تحقیقِ نکتۂ — تا خود کنون بہ بارگہِ مصطفےٰ شدی

یا جلوہ بیحجاب تمنا است کز جہان — مستانہ وار در حرمِ کبریا شدی

ما در فغان و ہیچ نہ پُرسی زحالِ ما — آخر کنون چہ شد کہ تو نا آشنا شدی

این خستہ را بمنزلِ مقصود ہم رسان — آخر نہ خود زلطف و کرم رہنما شدی

اے راہبر بمان کہ شتابت نمی سزد

تو بختِ قوم ہستی و خوابت نمی سزد

غافل زحالِ ملّتِ بیضا چگونۂ — خاموش درین قیامتِ صغری چگونۂ

ما خاکیان بماتمِ تو خاک بر سریم — تو بر فرازِ گنبدِ خضرا چگونۂ

اینجا دلت طپید بہ ہجرانِ مصطفےٰ — در خلوتِ وصال لبِ غبرا چگونۂ

در فکرِ قوم سیرِ چمن خوش نداشتی — در حیرتم بہ خلد شکیبا چگونۂ

اہلِ جنان بحسنِ کلامِ تو کے رسند — در بزمِ خلد انجمن آرا چگونۂ

در چار دانگ دہر نظیرت نداشتی — اینجا یگانہ بودۂ آنجا چگونۂ

ما بے تو ہم چو عسکرِ بے شاہ ماندہ ایم — اے تاجدارِ فضل تو بے ما چگونۂ

با خاکیانِ تیرہ درون سخت زیستی — با قدسیانِ عالمِ بالا چگونۂ

دیر است تا زحالِ تو آگاہ نیستم — بارے بگو زجا کہ خود تا چگونۂ

وقت است سرور اکہ سر از خواب بر کنی

بر حالِ خستگان بہ عنایت نظر کنی

بنگر کہ حالِ ما بفراقِ تو چون شدہ است — از دیدہ خواب رفتہ و از دل سکون شدہ است

ہر نقش آرزو کہ برانگیختم ز دل — چون رشتۂ نگاہ کنون غرقِ خون شدہ است

آن ندوہ کز فیوض تو مہدِ کمال بود ہر خام را ستیزہ گہ آزمون شدہ است

وان نیشنل کہ ہمت تو دادہ اش وجود یکسر خراب و خستہ و خوار و زبون شدہ است

باغے کز آبیاریٔ تو خرمی گرفت تاراجِ فتنہ سازیٔ چرخِ حرون شدہ است

جامے کہ پُر ز بادۂ نازش گذاشتی چون کاسۂ سپہر دگر واژگون شدہ است

دار المصنفین کہ بہشتِ فیوض تست می سود سر بچرخ اگر بے ستون شدہ است

بدخواہِ دین کہ بنیاد اساسِ حصار کذب باز از گلولہ باریٔ کلکت مصون شدہ است

تو چون کلیم طور نشین وصال دوام از سادگی فریفتۂ ہر فسون شدہ است

برخیز و باز لطف بہ اہلِ نیاز کن
برما درِ خزینۂ تحقیق باز کن

شبلی منزل

از قاضی محمد عبد الرحمن حیرت

آج آفاق مین مشہور ہے شبلی منزل علم کے نور سے معمور ہے شبلی منزل

گوشہ گوشہ مین ہی اس جائے تقدس کی ہجوم اِسلئے قبلۂ جمہور ہے شبلی منزل

سیکڑون کوس سے آتے ہین زیارت کیلئے سامنے شوق کے کیا دور ہے شبلی منزل

جلوۂ طور کے مشتاق کہان جاتے ہین آئین یہان شمع سرطور ہے شبلی منزل

کیسے کیسے ہین یہان جمع سلیمان نشان رشک کاشانۂ فغفور ہے شبلی منزل

اسطرف دیکھو تو ہی دار مصنف قائم آجکل علم کا گنجور ہے شبلی منزل

ایک سو سیرت نبوی کا جدا ہی دفتر تابشِ نور سے پرنور ہے شبلی منزل

منزلِ شبلی سے ہوتا ہی معارف شائع اسلئے اور بھی مشہور ہے شبلی منزل

مجلد اول | ماہ صفر ۱۳۳۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۶ء | عدد ششم

فہرس مضامین

معارف کا یہ چھٹا نمبر ناظرین کے سامنے ہے، اس بنا پر جن حضرات نے صرف ۶ مہینے کی خریداری منظور فرمائی تھی، اگر اب انکو خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دین، ورنہ آیندہ نمبر انکی خدمت مین ویلیو جائیگا۔